ماہ نامہ
ہمدرد نونہال
ستمبر ۲۰۱۱ء

یادگار: شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

اشاعت کا ۵۹واں سال

ماہنامہ ہمدرد نونہال کراچی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

ستمبر ۲۰۱۱ عیسوی
شوال المکرم ۱۴۳۲ ہجری

شمارہ ۹
جلد ۵۹

قیمت عام شمارہ ۳۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے) ۴۴۰ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے) ۳۲۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر) ۳۰۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے) ۴۵ امریکی ڈالر

ٹیلے فون ← 36620949 – 36620945

ایکسٹینشن ← (066 ، 052 ، 054)

ٹیلے فیکس نمبر ← (92-021) 36611755

ای میل ← hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان ← www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) ← www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارۂ سعید ← www.hakimsaid.info

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ۷۴۶۰۰

ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آئندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف
چیک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی۔ VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی اور ہمدرد فاؤنڈیشن نے تنظیم نونہالانِ پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر
ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

رجاء الیاس، کراچی	سرورق کی تصویر

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد

شہید حکیم محمد سعید

کی یاد رہنے والی باتیں

جاگو جگاؤ

اپنے گھر کی حفاظت کرنا، اس کی دیکھ بھال کرنا، اس کو سجانا اور سنوارنا ہر شخص کا فرض ہے، بلکہ اس کی اولین ذمے داری ہے۔ گھر کی حفاظت کا پورا انتظام کرنے کے بعد آدمی کتنے سکون سے رہتا ہے۔ اسے باہر سے آنے والے خطروں کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ گھر کی باہر سے حفاظت کرنے سے پہلے یہ بے حد ضروری ہے کہ اس کو اندر سے بھی مضبوط بنایا جائے۔ جب گھر اندر سے محفوظ ہوتا ہے تو گھر والے بے فکری سے سوتے ہیں۔

اپنے وطن یا گھر کے اندر کی حفاظت، دیکھ بھال اور گھر کے اندر امن چین قائم کرنے کے لیے اتحاد کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے سے محبت کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کا احترام کرنے اور اپنے فائدے پر دوسرے کے فائدے کو ترجیح دینے کی ضرورت ہے۔ جب ہم یہ سب کرلیں گے، سارا گھر خوش اور خوش حال ہوگا اور محفوظ ہو جائے گا اور باہر کے کسی آدمی کی اتنی ہمت نہیں ہوگی کہ وہ اس گھر میں داخل ہو سکے۔

ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ پہلے اپنے گھروں کے اندر امن چین قائم کیا۔ جب امن ہوتا ہے تو کسی کی بھی اتنی جرات نہیں ہوتی کہ وہ ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ سکے۔ یہ مہینا ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہمارے بہادروں اور جوانوں نے مشکل وقت میں کس طرح اپنے گھر، اپنے وطن کی حفاظت کی تھی۔ کس طرح اپنا دفاع کیا تھا۔ ان کے سنہری کارنامے تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے گئے ہیں اور یہ ہمیشہ یاد دلاتے رہیں گے کہ وطن کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے۔ (ستمبر ۱۹۸۸ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

علم سے بہتر کوئی دوست نہیں
اور محبت سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں

السلام علیکم!

میٹھی عید کی مبارک باد کے ساتھ ستمبر ۲۰۱۱ء کا شمارہ نونہال دوستوں اور بزرگوں کی خدمت میں پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے وطن کے حالات ایسے پُرسکون، پُرامن اور صاف شفاف کردے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ خوش اور مطمئن ہو اور ہم سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہیں۔ اسی کے ساتھ ایک دوسرے کے کام بھی آئیں۔ آپس میں خوش رہیں۔ سب ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ پاکستان بنانے کا مقصد ایسا ہی معاشرہ بنانا تھا۔ ایسا ہی معاشرہ میرے خوابوں کا معاشرہ ہے۔

سنہ ۱۹۶۵ء میں ستمبر کے مہینے میں ہم ایک سخت آزمائش سے گزرے تھے اور ہم سب نے ایک دل، ایک جان ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا تھا اور کامیابی حاصل کی تھی۔ اُس وقت ہم نے یہ نہیں سوچا کہ ہم میں کون پاکستان کے کس علاقے کا ہے، کون سی زبان بولتا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ میاں ہمارے دلوں کو ایک بار پھر ویسا ہی پُرمحبت بنادے۔

خاص نمبر کے بعد یہ تیسرا شمارہ ہے، مگر نونہالوں کے تعریفی خطوط اب تک آرہے ہیں۔ بزرگوں نے بھی خاص نمبر بہت پسند کیا اور ہماری ہمت افزائی فرمائی۔ ہمدرد نونہال، نونہالوں کے علاوہ ان کے ابا، امی اور بعض دادا، دادی بھی پڑھتے ہیں اور اچھے خیالات کا اُجالا پھیلانے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔

کوئی خط یا تحریر یا تصویر ای میل سے بھیجیں تو اس میں اپنا ڈاک کا پورا پتا اور فون نمبر بھی ضرور لکھیں۔ نونہال بک کلب کا ممبر بننے کے لیے الگ کاغذ پر خط لکھیں۔ پتا بھی صاف لکھیں۔ شکریہ۔ خدا حافظ۔

رب کی مہربانی

عباس العزم

عجیب خوش رنگ سا سماں ہے — خوشی کا دریا رواں دواں ہے

مچلتی موجوں کی ہے روانی
ہمارے رب کی ہے مہربانی

گلوں سے مہکی ہوئی فضا ہے — خوشی سے بہکی ہوئی ہوا ہے

حسیں ہے موسم، ہے رُت سُہانی
ہمارے رب کی ہے مہربانی

نظر میں سب کی سما رہے ہیں — ہر ایک دل کو لبھا رہے ہیں

چمکتے قطرے، یہ صاف پانی
ہمارے رب کی ہے مہربانی

یہ رقص کرتے ہوئے ستارے — خوشی سے یہ جھومتے نظارے

ہے کیا حسیں رنگ آسمانی
ہمارے رب کی ہے مہربانی

گلوں کے چہرے ہیں خوب نکھرے — قدم قدم پر ہیں رنگ بکھرے

ہے روپ رنگیں، ہے رنگ دھانی
ہمارے رب کی ہے مہربانی

عید

غنی دہلوی

اُچھلیں، کودیں، جشن منائیں
شور مچا ہے، شور مچائیں
گلے لگیں اور گلے لگائیں
آؤ مل کر عید منائیں
آپس میں سب ملیں، ملائیں

عید کے نغمے گاتے جائیں
خوشیوں کے ہم دیپ جلائیں
آؤ خوشی کے پھول لٹائیں
آؤ مل کر عید منائیں
آپس میں سب ملیں، ملائیں

گھر کے در و دیوار سجائیں
نیچے، اوپر آئیں، جائیں
میٹھی میٹھی چیزیں کھائیں
آؤ مل کر عید منائیں
آپس میں سب ملیں، ملائیں

خوشیوں کے انبار لگائیں
سب کی جانب ہاتھ بڑھائیں
خوب ہنسیں اور خوب ہنسائیں
آؤ مل کر عید منائیں
آپس میں سب ملیں، ملائیں

حضرت بلال حبشیؓ

افضال احمد خان

صحابیِ رسول حضرت بلال بن رباح کے والد حبشہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد اپنی بیوی کے ساتھ حبشہ سے مکہ مکرمہ آئے تو قریش کے قبیلے بنوجمح نے انھیں غلام بنالیا۔

حضرت بلالؓ غلامی میں ہی پیدا ہوئے اور اسی قبیلے میں پرورش پائی۔ اسلام کی تبلیغ شروع ہوئی تو حضرت بلالؓ شروع ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔

اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کا مالک امیہ بن خلف انھیں تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیتا۔ اس کے دوسرے غلام ان کے کپڑے اُتروا کر لوہے کی زرہ پہناتے اور دھوپ میں ڈال دیتے۔ شام کو ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک کوٹھری میں ڈال دیتے اور رات کو مارتے پیٹتے تھے۔

ان حالات میں بھی ان کی زبان پر احد۔ احد۔ یعنی وہ ایک ہے۔ وہ ایک ہے، ہوتا تھا۔ امیہ ان کے گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور وہ انھیں گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انھیں خرید کر آزادی دلائی۔ نماز سے پہلے اذان کا فیصلہ ہوا تو حضرت بلالؓ کو سب سے پہلی اذان دینے کا شرف حاصل ہوا۔

وہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضورؐ کا عصائے مبارک اُٹھائے رہتے تھے اور آپؐ کے ذاتی خدمت گار تھے۔ حضورؐ کہیں باہر تشریف لے جاتے تو آپؓ بھی ساتھ ہوتے۔ غربت کے باوجود اُن کو جو کچھ میسر آ جاتا، اُس کا ایک حصہ حضورؐ کو پیش کر دیتے تھے۔

حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان دینا بند کر دی اور حضرت عمرؓ کے

دور میں شام کی جنگوں میں شرکت کرنے چلے گئے۔ سن ۱۶ ہجری میں حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا سفر کیا تو جابیہ کے مقام پر حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ کو خوش آمدید کہا اور منزلِ مقصود تک ان کے ساتھ چلتے گئے۔ ایک روز حضرت عمرؓ نے آپؓ سے اذان دینے کی درخواست کی۔ انھوں نے اذان دی تو لوگ بے تاب ہو گئے۔ حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ دوسرے صحابہ بھی بے اختیار رو رہے تھے۔ سب کی نظروں میں اللہ کے نبیؐ کا زمانہ آ گیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ، حضرت بلالؓ کو ''میرے آقا بلال'' کہا کرتے تھے۔

حضرت بلالؓ کا قد نہایت لمبا تھا۔ جسم بالکل کالا اور دبلے پتلے تھے۔ آپؓ کے بال گھنے اور گھونگھریالے تھے۔ حضرت بلال حبشیؓ کا انتقال سن ۲۰ ہجری میں ہوا۔ ☆

قہرِ جہالت

ایک بزرگ عالم کسی بستی میں پہنچے، جہاں انھوں نے دو دن قیام فرمایا۔ تیسرے دن صبح سویرے انھوں نے اپنے شاگرد سے کہا: ''اپنا سامان فوراً باندھ لو، ہمیں یہاں سے جانا ہے۔''

شاگرد نے پوچھا: ''یہاں آنے کے لیے آپ نے طویل سفر کی مشقت اُٹھائی، اب آپ اتنی جلدی کیوں روانہ ہونا چاہتے ہیں؟''

عالم نے فرمایا: ''مجھے اس بستی میں آئے دو دن ہو گئے ہیں۔ سب کو میرے آنے کی اطلاع بھی ہے، پھر بھی کوئی علم کا طالب میرے پاس نہیں آیا۔ جس بستی کے لوگوں میں علم کا شوق نہ ہو، وہاں عذابِ الٰہی نازل ہو کر رہتا ہے۔ اس لیے جلدی کرو تا کہ ہم اس زمین سے دور نکل جائیں۔''

مرسلہ: حفصہ ارشاد، مجر لانڈی

آپ کا شکریہ

مسعود احمد برکاتی

شکریہ ایک لفظ ہے، مگر مضمون سے بڑھ کر، بلکہ کتابوں سے بھی بڑھ کر۔ دراصل یہ ایک لفظ نہیں، بلکہ ایک پوری تہذیب ہے۔ اس لفظ کے پیچھے پورا انسان چھپا ہوتا ہے۔ یہ لفظ اُس انسان کو ظاہر کرتا ہے جس کے منھ سے یہ لفظ نکلتا ہے، اس لیے اس کو محض ایک لفظ سمجھ کر سرسری نہیں گزرنا چاہیے۔

بعض لوگ اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں، مگر اس کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ ایک بار میں نے ایک کتاب خریدی۔ دکان دار نے یہ تو کسی سے سن اور سیکھ لیا تھا کہ گاہک جب کتاب کی قیمت ادا کرے تو شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ بس اس سے آگے دکان دار صاحب نے نہ کچھ سیکھا تھا نہ سمجھا۔ انھوں نے پیسے مجھ سے لیتے ہوئے اس روانی اور تیزی سے لفظ شکریہ کہا کہ میں سمجھ نہ سکا۔ میں نے پوچھا: ''جی؟'' انھوں نے پھر اسی تیزی اور روکھے پن سے جملہ مجھ پر دے مارا:

''میں نے کہا تھینک یو۔''

اب بھی میں پوری توجہ لگا کر اُن کا جملہ سمجھ سکا تھا۔ بات یہ تھی کہ انھوں نے ''شکریہ'' کی خوبی کو ضائع کر دیا تھا۔ لفظ تو زبان سے ادا ہو گیا، مگر وہ اس جذبے کو نہیں سمجھ سکے، جس کا اظہار اس لفظ سے ہوتا ہے۔

شکریہ لفظ نہیں، جذبہ ہے۔ احسان ماننا بہت بڑی خوبی ہے۔ ناشکرا انسان، انسان نہیں گوشت کا ڈھیر ہے۔ جو کوئی آپ کے کام آئے، آپ کی مدد کرے، کچھ دے، کوئی اچھا مشورہ دے، کوئی تحفہ پیش کرے، آپ سے خوش اخلاقی سے پیش آئے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ کے لیے مسکرا بھی دے تو یہ بھی اس کا احسان ہے۔ احسان کی

اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو انسان، انسان کا احسان نہیں مانتا وہ گویا خدا کی ناشکری کرتا ہے۔'' ظاہر ہے کہ خدا کی ناشکری خدا کی ناخوشی کا بھی سبب ہو گی۔ آپ نے اگر کسی کا احسان نہ مانا تو گویا آپ میں ایک انسانی خوبی کی کمی ہے۔ شکریہ کا لفظ احسان مندی کا اظہار ہے، اس لیے جب یہ لفظ ادا کیا جائے تو ادا کرنے والے میں احسان مندی کا جذبہ بھی ہونا چاہیے۔ اگر بے روح طریقے اور بے دلی سے ''شکریہ'' کہا یا لکھا جائے تو اس میں جان نہیں رہتی۔ یہ جان تہذیب کی جان ہے۔

شکریہ اُس وقت جان دار ہوتا ہے جب آپ کے دل میں بھی شکر گزاری ہو اور اُسی بنا پر اس کا اثر اُس شخص پر ہوتا ہے، جس کا آپ نے شکریہ ادا کیا۔ میں نے شکریے کو پوری تہذیب اسی لیے کہا ہے کہ اس سے کسی قوم کے ادب آداب، خیالات، سوچ اور زندگی کے انداز کا پتا چلتا ہے۔

ہمیں جہاں یہ سبق دیا گیا ہے کہ کسی کا احسان نہ بھولو، تم پر کوئی احسان کرے تو اُسے تسلیم کرو، وہیں یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ اگر تم کسی پر احسان کرو تو اس کو جتانے کی کوشش نہ کرو، کیوں کہ احسان جتانے سے وہ شخص شرمندہ ہوتا ہے، جس پر احسان کیا گیا ہے۔ کسی کو شرمندہ کرنے سے بہتر ہے کہ احسان نہ کیا جائے۔ احسان جتانے سے احسان کی قدر بھی چلی جاتی ہے۔ گویا شائستگی کا خلاصہ یہ ہوا کہ احسان مانو، احسان کرو، احسان نہ جتاؤ۔

شکریہ کا لفظ اس نرمی، اس خوبی اور اس نفاست سے آپ کی زبان سے نکلے کہ اس سے آپ کے دلی جذبے کا سچا اظہار ہو۔

میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری یہ باتیں توجہ سے پڑھیں۔ ☆

(ہمدرد نونہال نومبر ۱۹۸۳ء سے دوبارہ شائع کیا گیا)

عید کی خوشیاں

نسرین شاہین

عیدالفطر ہمارا مذہبی تہوار ہے، جسے دنیا کے تمام مسلمان انتہائی جوش و جذبے کے ساتھ مناتے ہیں۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا انعام اللہ تعالیٰ نے عید کی صورت میں ہم مسلمانوں کو دیا ہے۔ عید اہلِ ایمان کا پُر مسرت دینی اور ملّی تہوار ہے، جو ہر سال یکم شوال کو عقیدت و احترام اور مسرت کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اہلِ مدینہ دو دن مناتے تھے، جن میں وہ اظہارِ مسرت کے طور پر جشن مناتے تھے، تفریح کرتے تھے۔ اس دن وہ ہر اچھا بُرا کام کرتے اور اسے جائز سمجھتے تھے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے نام پر یہ سب خرابیاں دیکھیں تو پوچھا کہ ان دنوں کی کیا حقیقت ہے؟

انھوں نے کہا: ''یہ دو دن ہمارے لیے مخصوص ہیں۔ اس دن ہم جشن مناتے ہیں۔''

آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان دو دنوں کا نعم البدل عطا فرمایا ہے اور مسلمانوں کے لیے دو دن خوشی اور مسرت کے مقرر فرمائے ہیں۔ ایک عیدالفطر اور دوسرا عیدالاضحیٰ۔''

عیدالفطر کا پُر مسرت دن پہلی بار یکم شوال دو ہجری کو منایا گیا۔

عید کی نماز کے لیے عیدگاہ جانا اور نماز ادا کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ عمدہ لباس پہننا، غسل کرنا اور خوش بُو لگانا عید کے دن کے مسنون کام ہیں۔ عید کے معنی خوشی کے ہیں۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوشی منانے کا حکم دیا ہے، لیکن خوشی محض نئے کپڑے، نئے جوتے یا فضول خرچی کر کے منانے کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ تو وہ روحانی

خوشی ہے جو انسان کا دل مطمئن کرتی ہے۔ مثلاً عیدالفطر کے موقع پر صدقہ فطرہ ادا کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر واجب ہے۔ جب کوئی مسلمان اسے ادا کرتا ہے تو اسے دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں، ایک تو اس نے اللہ کے حکم کے مطابق فطرہ ادا کیا، دوسرے اس کی وجہ سے کسی غریب و مسکین کی امداد ہوئی۔ غور کیا جائے تو خوشی کا کوئی بھی موقع ہو، اگر اس میں غریبوں اور ناداروں کو شریک نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ عیدالفطر کے دن فطرے کی رقم کے ذریعے سے غریبوں کی مدد کی جاتی ہے اور عیدالاضحیٰ میں قربانی کے گوشت کے ذریعے سے غریبوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ تو فرض اور واجب کے زمرے میں آتا ہے، بحیثیت مسلمان ہمیں اپنے غریب رشتے داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کا خیال بھی رکھنا چاہیے۔

عید کے موقع پر سب سے اہم تیاری بچوں کی ہوتی ہے۔ بچے عید کی تیاری کرتے وقت ایک انجانی سی خوشی محسوس کرتے ہیں، نئے کپڑے، نئے جوتے، عید کی تیاری میں شامل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی نئی چیزیں خریدی جاتی ہیں۔ بچے اپنی اس خوشی کو دُگنا کر سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اپنی تیاری کے ساتھ اگر اپنے کسی دوست، رشتے دار یا غریب پڑوسی کو بھی اس میں شامل کر لیں اور اس کے لیے بھی کپڑے، جوتے اور دیگر چیزیں خرید لیں تو ان کو خوشی محسوس ہوگی کہ آپ نے اپنے غریب ساتھی کو اپنی خوشیوں میں شامل کیا۔ اسی طرح جس غریب دوست کی انھوں نے مدد کی ہے، وہ بھی خوش ہوگا کہ اس کے دوست نے اس کی غریبی کا خیال کرتے ہوئے اُسے عید کی خوشی دی ہے۔

بچے اپنے دوستوں کی مدد کر کے خوش ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ حسد، کینہ اور حرص جیسی بیماریوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ اس موقع پر والدین کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے بچوں میں دوسروں کی مدد کا جذبہ پیدا کریں اور اس معاملے میں ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

بچے عید کے موقع پر اپنے دوستوں، رشتے کے بہن بھائیوں وغیرہ کو عید کارڈ اور تحائف دیتے ہیں، اگر تھوڑی سی سمجھ داری سے کام لیں تو اپنے غریب رشتے داروں، دوستوں اور پڑوسیوں کو تحائف کے طور پر ایسی اشیا دے سکتے ہیں جو ان کے کام آ سکیں، مثلاً کپڑے، جوتے، قلم، کتاب، بیگ، پرس، گھڑی وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو کسی بھی وقت کام آ سکتی ہیں۔ عید کارڈ کے لیے پیسے خرچ کرنے کے بجائے خود اپنے ہاتھ سے کارڈ بنائیں، خوب صورت اشعار لکھیں یا خوب صورت جملہ تحریر کریں، پھر اپنے دوستوں کو دیں تو آپ کو خوشی ہوگی کہ آپ نے کارڈ خود بنائے ہیں اور جب آپ کے دوست آپ کے دیے ہوئے کارڈز کی تعریف کریں گے یا آپ کے لکھے ہوئے جملے کو سراہیں گے تو یہ بات بھی آپ کو خوشی فراہم کرے گی۔ عید خوشی کا نام ہے اور ہمیں خوشی منانے کا موقع دیا گیا ہے۔

ویسے اصل عید تو روزے رکھنے والوں کی ہی ہوتی ہے۔ انھی کے لیے انعام کے طور پر عید کے تہوار کا تحفہ دیا گیا ہے۔ عید کی خوشی میں سب کو شامل رکھیں۔ اگر کوئی دوست آپ سے ناراض ہے یا آپ کسی سے ناراض ہیں تو اُسے منالیں اور خود بھی مان جائیں۔

''عید مبارک'' کہہ کر گلے لگالیں، سب گلے شکوے دور ہو جائیں گے۔ آیئے! عید کے دن خوشیاں بانٹیں کہ خوشیاں بانٹنے کے لیے ہوتی ہیں۔

☆

ایک خادمہ ایک امیر عورت کے پاس ملازمت کے لیے آئی۔ عورت نے اس سے پوچھا: ''تمھیں پچھلی ملازمت سے کیوں نکال دیا گیا؟''

ملازمہ نے کہا: ''میں کبھی کبھی اُن کے بچوں کو نہلانا بھول جاتی تھی۔''

پاس ہی امیر عورت کے بچے کھڑے تھے۔ وہ ایک ساتھ بولے: ''امی! یہ بہت اچھی ہے اسے رکھ لو۔''

مرسلہ: بریرہ خالد، لاہور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے کسی ایک انسان کی زندگی بچائی، گویا اُس نے پوری انسانیت کو بچایا۔

مرسلہ: محمد عزیر چشتی، ڈیرہ غازی خان

حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ

جو شخص نہ ہاتھ سے بُرائی کی روک تھام کرتا ہے، نہ زبان سے اور نہ دل سے وہ ایک چلتی پھرتی لاش ہے۔

مرسلہ: محمد اسحاق بشیر احمد کھتری، حیدر آباد

شیخ سعدیؒ

علم کے بغیر انسان اللہ کو بھی نہیں پہچان سکتا۔

مرسلہ: عائشہ الزہرا، حیدر آباد

حضرت جلال الدین رومیؒ

حقیقی کامیابی لگاتار محنت سے حاصل ہوتی ہے۔

مرسلہ: عمر دراز نوناری، ملتان

حضرت مجدد الف ثانی

گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی ایک شاخ ہے۔

مرسلہ: امیمہ طارق، نارتھ کراچی

فیثا غورس

وہ شخص جو تمھارے عیبوں سے تمھیں آگاہ کرے، اس سے بہتر ہے جو تمھاری خوشامد کرکے تمھیں مغرور بنادے۔

مرسلہ: بشریٰ غفار، اوکاڑہ

ارسطو

کوئی تمھارے ساتھ بُرائی کرے تو اسے یاد نہ رکھو اور تم کسی کے ساتھ نیکی کرو تو اسے بھول جاؤ۔

مرسلہ: خرم خان، بلال ٹاؤن

جارج برنارڈ شاہ

ذہنی غلامی جسمانی غلامی سے بدتر ہوتی ہے۔

مرسلہ: محمد شعیب مصطفےٰ، سرگودھا

بادشاہ کی نیت خراب ہے

محمد احمد قادری

پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا، جو بہت نرم مزاج، انصاف پسند تھا اور اپنی رعایا کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ بادشاہ کا دورِ حکومت بہت مثالی تھا۔ ملک میں ہر طرف امن و امان اور خوش حالی کا دور دورہ تھا۔ ایک دن بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ بھیس بدل کر اپنی رعایا کا حال احوال معلوم کیا جائے۔ چناں چہ اُس نے بھیس بدلا اور رعایا کا جائزہ لینے نکل گیا۔ راستے میں ایک مقام پر اُسے ایک آدمی ملا، جس کے پاس ایک گائے تھی۔ بادشاہ نے اُس آدمی سے اُس کی خیریت دریافت کی اور گائے کے بارے میں معلوم کیا۔ اُس نے بادشاہ کو بتایا کہ رحم دل اور عادل بادشاہ کی وجہ سے ہم پر اللہ کا بڑا کرم ہے۔ سب کچھ ٹھیک ہے اور یہ جو گائے آپ دیکھ رہے ہیں، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تیس گایوں کے برابر دودھ دیتی ہے۔ بادشاہ جو کہ ایک عام آدمی کے بھیس میں تھا، یہ سن کر بہت حیران ہوا، اور اس نے دل میں سوچا کہ اگر یہ گائے مجھے مل جائے تو کتنا اچھا ہو، کیوں نہ میں اس آدمی سے یہ گائے چھین لوں۔ بادشاہ نے اُس آدمی سے گائے ہتھیانے کا ارادہ کیا اور آگے روانہ ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد بادشاہ نے ایک بار پھر بھیس بدلا اور گھومتا ہوا اُسی جگہ پہنچا، جہاں اُس کی ملاقات پچھلی مرتبہ گائے کے مالک سے ہوئی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ گائے کا مالک کچھ پریشان ہے۔ بادشاہ نے گائے کے مالک سے اُس کا حال احوال دریافت کیا اور گائے کے متعلق سوال کیا۔ گائے کے مالک نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور افسردہ لہجے میں کہا: ''اے اجنبی! میں تجھے کیا بتاؤں؟''

بادشاہ جو کہ عام آدمی کے بھیس میں تھا، اُس نے ہمدردانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے گائے کے مالک سے کہا: ''آخر میں بھی تو سنوں، ایسا کیا معاملہ ہوا۔''

گائے کے مالک نے کہا: ''بھائی! میری یہ جو گائے آپ دیکھ رہے ہیں، کچھ عرصے پہلے تک یہ تیس گایوں کے برابر دودھ دیتی تھی، لیکن اب یہ بمشکل ایک گائے کے برابر دودھ دیتی ہے۔''

بادشاہ نے پوچھا: ''کیا تم نے اپنی گائے کو کسی اور چراگاہ میں چرانا شروع کر دیا ہے؟''

آدمی نے جواب دیا: ''نہیں، بلکہ میں تو اپنی گائے کو اُسی جگہ چراتا ہوں، جہاں پہلے چراتا تھا۔''

بادشاہ نے پوچھا: ''پھر اس کے دودھ کی کمی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟''

گائے کے مالک نے جواب دیا: ''اے اجنبی ہمدرد! مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہمارے بادشاہ سلامت کی نیت میں فتور آ گیا ہے اور اُس نے اپنی رعایا پر ظلم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔''

بادشاہ نے کہا: ''اے شخص! تُو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا

بادشاہ کتنا عادل، نیک اور اپنی رعایا کا خیال رکھنے والا ہے۔ اُسے تیری کیا خبر اور اُس نے تیرے ساتھ کون سا ظلم کر دیا ہے؟''

گائے کے مالک نے کہا: ''میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میری گائے کے دودھ کی کمی کی اصل وجہ بادشاہ کی نیت میں فتور ہے اور اُس کا ظلم کرنے کا ارادہ ہے۔''

بادشاہ نے اُس آدمی سے پوچھا: ''تُو اتنا یقین سے کیسے کہہ سکتا ہے؟''

گائے کے مالک نے جواب دیا: ''اے اجنبی! بزرگ کہتے ہیں کہ جب حکمران اپنی رعایا پر ظلم وستم کا ارادہ کرتے ہیں تو ہر چیز سے خیر و برکت اُٹھالی جاتی ہے، اس لیے میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میری گائے کے دودھ کی کمی کی اصل وجہ بادشاہ کے رویے کی تبدیلی ہے۔''

بادشاہ نے گائے کے مالک کی دلیل سن کر محسوس کیا کہ واقعی گائے کا مالک سچ کہہ رہا

ہے۔ میں نے گائے چھیننے کا ارادہ کیا تھا، ابھی گائے چھینی نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے میری بدنیتی کے سبب گائے کے دودھ کی برکت چھین لی۔ اگر خدانخواستہ میں اس آدمی سے گائے چھیننے کا ظلم کر بیٹھتا تو رعایا کا نہ جانے کیا حال ہوتا۔

بادشاہ خاموشی سے محل لوٹا اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر رو رو کر سچے دل سے معافی مانگی، توبہ کی اور عہد کیا کہ آیندہ کبھی بھی اپنی رعایا پر ظلم وستم کرنے اور عوام کا حق چھیننے کا خیال بھی دل میں نہیں لائے گا۔

اِدھر بادشاہ نے سچے دل سے توبہ کی، اُدھر اللہ نے گائے کے دودھ میں پہلے کی طرح خیر و برکت پیدا فرما دی۔ ☆

خار پشت

یہ خار دار کانٹوں والا چوپایہ دو ہزار سے زائد نوک دار کانٹوں سے لیس ہوتا ہے۔ اس کا نام لونگ بیک ایکڈنا (LONGBEAK ECHIDNA) ہے۔ یہ بلوچستان کے پہاڑی علاقوں میں رہتا ہے۔ اس کی غذا صرف اور صرف چیونٹیاں ہیں۔

مرسلہ: ظفر شمیم، ہرنائی

مار کی قیمت

اشتیاق احمد

''مجھے ایک پرس ملا ہے۔'' ندیم شاہد نے سرسری انداز میں کہا۔

''کیا کہا پرس؟ دکھاؤ مجھے۔ اب چند دن تو خوب عیش کریں گے۔'' علیم شاہد نے خوش ہو کر کہا۔

''نہیں، عیش تو خیر نہیں کر سکیں گے، امانت ہے۔ جو سواری رکشے میں بھول گئی ہے، اُسے واپس لوٹانا ہے۔''

''پاگل ہو گئے ہو۔ ہاتھ آئی دولت واپس کرو گے۔'' علیم شاہد نے آنکھیں نکالیں۔

''ہاں، مجبوری ہے، پرس واپس کرنا ہوگا۔''

''تم نے اسے کھول کر دیکھا۔''

"ہاں دیکھا ہے۔"

"آہستہ آواز میں بات کرو، اندر ماں جی سو رہی ہیں۔"

"کتنے پیسے ہیں اس میں؟"

"پوری طرح نہیں گنے۔ ہزار ہزار روپے والے دس بارہ نوٹ تو ضرور ہوں گے، پانچ سو روپے والے بھی ہیں۔"

"واہ مزہ آ گیا، دس پندرہ ہزار۔ سنو ندیم! تم پرس واپس نہیں کرو گے۔"

"ماں جی نے اگر تمھاری باتیں سن لیں تو کھال اُدھیڑ کر رکھ دیں گی۔ پہلے بھی تم ایسی باتوں پر پٹے ہو۔ اس روز کوئی سواری اپنا موبائل بھول گئی تھی تو ماں جی نے ہماری باتیں سن لی تھیں۔ تم نے کہا تھا، موبائل واپس نہیں کرو گے۔ اس پر فون آیا تھا۔ ظاہر ہے موبائل کے مالک کا تھا، لیکن تم نے فون نہیں سنا تھا اور ماں جی نے سن لیا تھا۔ باہر نکل کر انھوں نے تمھارا جو حال کیا تھا، وہ تمھیں یاد ہی ہوگا۔"

"ہاں یاد ہے۔ میں نے بھی گھر آ کر جھوٹ موٹ کہہ دیا تھا کہ موبائل واپس کر آیا ہوں، لیکن میں نے ایک دکان پر بیچ دیا تھا۔"

عین اسی لمحے دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ ماں جی کے ہاتھ میں ان کی چھڑی تھی اور آنکھیں آگ اُگل رہی تھیں۔ دونوں ساکت رہ گئے۔ علیم کا رنگ زرد پڑ گیا۔

"تو تم نے وہ موبائل واپس نہیں کیا تھا، بیچ دیا تھا۔ حرام خور!" یہ کہہ کر وہ چھڑی سر سے اوپر کرتے ہوئے اس کی طرف لپکیں۔

"نہیں ماں جی!" ندیم چلاّ اُٹھا اور درمیان میں آ گیا۔

چھڑی اس کے کندھے پر لگی۔

"تو ہٹ جا، بڑا آیا بھائی کا ہمدرد۔ یہ نہیں دیکھ رہا کہ اس کے کرتوت کیا ہیں۔"

"نہیں ماں جی!" ندیم نے کہا۔

ادھر ماں نے زور سے چھڑی علیم کے سر پر دے ماری۔ وہ اس کی کمر پر لگی، کیوں کہ وہ فوراً رکوع کے انداز میں جھک گیا تھا۔ ساتھ ہی وہ ہنسنے لگا، کیوں کہ بوڑھے ہاتھوں کی چھڑی سر پر لگتی تو ایک بات بھی تھی، کندھے پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔ اسے ہنستے دیکھ کر ماں کو اور غصہ آ گیا۔ اس نے اوپر تلے دھواں دھار انداز میں چھڑی اس پر برسا دی۔ وہ چیخا بھی اور چلاّیا بھی، آخر پھر ندیم درمیان آ گیا، تب کہیں ماں کا ہاتھ رکا۔ ماں نے کمرے کا رخ کرتے ہوئے کہا: "آیندہ کوئی ایسی بات سنی تو کھال اُدھیڑ دوں گی۔"

ماں کے اندر جاتے ہی وہ پھر ہنسنے لگا۔ مضبوط جسم کا نوجوان تھا اور ایسی ماریں کھانے کا عادی ہو چکا تھا۔ ندیم نے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: "آدھی چھڑیاں تو میرے بدن پر پڑتی ہیں، کچھ میرا ہی خیال کرو۔"

"تو تم درمیان میں آتے ہی کیوں ہو؟" وہ جھٹ سے بولا۔

"اب تمھیں مار کھاتے دیکھ بھی تو نہیں سکتا۔" ندیم نے منھ بنایا۔

"تو آنکھیں بند کر لیا کرو۔"

"تو تم نہیں سدھرو گے۔"

دونوں اپنا اپنا رکشا چلاتے تھے۔ کبھی کبھار کوئی نہ کوئی سواری اپنی کوئی چیز رکشے میں بھول جاتی تھی۔ ندیم تو فوراً وہ چیز مالک تک پہنچانے کی کوشش کرتا، لیکن علیم کو اپنے رکشے میں کوئی چیز ملتی تو وہ اسے اپنی جیب میں ڈال لیتا۔ اس نے آج تک کسی سواری کی کوئی چیز واپس نہیں کی تھی۔

اس روز دونوں اپنا اپنا رکشا لے کر مختلف سمت میں روانہ ہوئے۔ شام کو لوٹے تو ندیم کی جیب میں ایک پین نظر آیا۔

"یہ پین کہاں سے مارا؟ بہت خوب صورت ہے۔" علیم نے پین اس کی جیب سے نکال کر کہا۔

"یہ...... یہ رکشے میں سے ملا ہے۔ سواری کا گر گیا تھا۔"

"کیا! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ تم نے پین مالک کو واپس کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں۔" ندیم نے مختصر سا جواب دیا۔

"لیکن کیوں؟"

"ایک بات تو یہ کہ اس پین کی قیمت ہی کتنی ہوگی، زیادہ سے زیادہ تیس چالیس رپے کا ہوگا۔ سواری بہت دور کی تھی۔ اب اگر میں یہ واپس کرنے اس کے گھر جاتا تو ساٹھ ستر رپے کی گیس تو ضرور لگ جائے گی۔ سواری کا موبائل نمبر میرے پاس ہے نہیں کہ اسے فون کر دوں اور وہ آ کر لے جائے، اس لیے میں نے یہ پین جیب میں لگا لیا۔ اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔"

"خوب، خوب! اسے کہتے ہیں دیانت داری۔ میں ماں جی سے مار کھاتا ہوں اور تم دوسرے کی چیز جیب میں رکھ کر دندناتے رہو۔ یہ کیا انصاف ہوا۔ میں آج ماں جی کو بتاؤں گا۔"

"ضرور بتادو۔ ماں جی مجھے کچھ نہیں کہیں گی۔ میں اس سے پہلے دوسروں کی چیزیں ان تک پہنچاتا رہا ہوں۔ آج پہلا موقع ہے کہ نہیں لوٹا سکا، کیوں کہ اس طرح لوٹانے میں نقصان ہے۔"

"نہیں ندیم!"

ماں جی کی تیز آواز نے دونوں کو چونکا دیا۔ انھوں نے دیکھا، ماں جی مارے غصے کے کانپ رہی تھیں۔

"آگے آؤ۔" انھوں نے غصے سے کہا۔

"کک...... کون...... میں؟" علیم نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں، آج تم نے نہیں، ندیم نے چوری کی ہے، پہلی چوری، سزا تو دی جائے گی۔"

"لیکن ماں جی! پین پر اس کے مالک کا فون نمبر درج نہیں ہے۔"

"گھر تو تم نے دیکھا ہے نا؟"

"وہاں تک جانے میں سو روپے خرچ آئیں گے۔"

"تو کیا ہوا۔"

"آپ نے کیا کہا، تو کیا ہوا؟" ندیم نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں، میں نے یہی کہا ہے۔ تمھارے سو روپے خرچ ہوتے ہیں تو ہو جائیں، یہ پین انھیں دے آؤ اور اس سے پہلے چند چھڑیاں مجھ سے کھالو۔"

"جی ماں جی!"

"علیم نے کتنی بار مار کھائی ہے۔"

"لیکن ماں جی! میں تو اس لیے نہیں گیا کہ وہاں تک جانے میں......"

عین اسی لمحے ماں کی چھڑی اس کے سر پر لگی۔ وہ چیخ پڑا۔

"ارے، ارے ماں جی! کیا کر رہی ہیں۔ یہ علیم نہیں ندیم ہے۔ اس کا جسم اتنا سخت

نہیں، یہ میں ہوں جو چھڑیاں برداشت......"

"تم چپ رہو۔" اتنا کہتے ہی ماں نے اوپر تلے کئی چھڑیاں برسا دیں۔ ندیم کے منھ سے ہر بار چیخ نکلتی رہی۔ جب تک علیم اسے بچانے کے لیے ہاتھ آگے کرتا، ماں جی اپنا کام کر چکی تھیں۔ آخر انھوں نے اپنا ہاتھ روک لیا، پھر خود رونے لگیں۔ انھیں روتے دیکھ کر دونوں گھبرا گئے، کیوں کہ علیم کو مارنے کے بعد تو وہ آج تک نہیں روئی تھیں۔

"یہ کیا ماں جی! آپ رو رہی ہیں۔ میری باری میں تو کبھی نہیں روئیں آپ؟" علیم نے مارے حیرت سے کہا۔

"اس کا جرم بہت ہلکا ہے، اس لیے سزا دینا تکلیف کا سبب بنا ہے۔"

"ندیم! اب تم کیا کرو گے؟"

"میں...... میں جا رہا ہوں ماں جی! پین دینے۔" ندیم نے روتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ رکشے میں بیٹھ کر اس گھر کے دروازے پر پہنچا۔ اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا تو وہی صاحب باہر نکلے، جو اس کے رکشے پر یہاں تک آئے تھے۔

"کیا بات ہے نوجوان! کیا میں کرایہ دینا بھول گیا؟"

"جی...... جی نہیں...... یہ آپ کا پین رہ گیا تھا رکشے میں۔"

"اوہو اچھا...... لیکن یہ تو بہت معمولی سا پین ہے۔ تیس روپے والا، میں جیب میں قیمتی قلم نہیں رکھتا اور تم اتنا فاصلہ طے کر کے یہ پین دینے کے لیے آئے ہو۔ اس طرح تو تمھارا نقصان ہوا ہوگا۔"

"آپ کی امانت کا مسئلہ تھا نا صاحب جی!"

یہ کہہ کر وہ واپس مڑا اور رکشے میں بیٹھ گیا۔ اسی وقت وہ شخص جلدی سے اس کے پاس آیا۔

"سنو، ملازمت کرو گے؟ سارا دن رکشا چلا کر تم کتنے پیسے کما لیتے ہو بھلا؟"

"جی کبھی تین سو، کبھی چار سو، پانچ سو بھی ہو جاتے ہیں۔"

"پڑھے لکھے ہو؟"

"جی، بی اے پاس ہوں۔ ملازمت کی تلاش میں بہت دھکے کھائے، نوکری نہ ملی تو رکشا چلانے لگا۔"

"رکشا اپنا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"جی نہیں، کرائے کا ہے۔"

"میں جس دفتر میں کام کرتا ہوں، وہاں ایک جگہ خالی ہے۔ میں تمھیں وہاں لگوا سکتا ہوں، اگر تم پسند کرو۔"

"کک...... کیا واقعی؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ تم اپنی ملازمت پکی سمجھو، کیوں کہ یہ معاملہ میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ میرا کارڈ رکھ لو۔ کل اس پتے پر آ جانا۔"

وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ واپس کا سفر بھی حیرت کے عالم میں کٹا۔ گھر پہنچ کر اس نے ماں اور بھائی کو تفصیل سنائی تو وہ دونوں بھی حیرت زدہ رہ گئے۔ ماں کے منھ سے نکلا: "تم نے دیکھا، اس مار کی قیمت تمھیں کس قدر جلد مل گئی۔ علیم نے میری مار سے یہ سبق کبھی نہیں لیا، لہٰذا اسے قیمت نہیں ملی آج تک۔"

علیم ساکت رہ گیا، پھر اس کے منھ سے نکلا: "ماں جی! مجھے معاف کر دیں۔ اب آپ کی چھڑی مجھ پر کبھی نہیں اُٹھے گی۔"

ان تینوں کے چہرے کھل اُٹھے۔

☆ ☆ ☆

بلا عنوان انعامی کہانی

بنتِ مسعود

یہ اس زمانے کا قصہ ہے، جب جزیرۂ عرب قبیلوں میں بٹا ہوا تھا۔ ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا۔ انھی سرداروں میں سے ایک قبیلے کے سردار نے ایک بیل پالا ہوا تھا۔ یہ بیل اسے بے حد عزیز تھا۔ سردار نے اسے بالکل کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ وہ جہاں چاہتا جاتا، جس کھیت میں چاہتا گھس کر فصل کو کھاتا اور کبھی یونہی بے مقصد اُجاڑ کر رکھ دیتا۔ کسی کی بھی جرات نہ تھی کہ اسے روکے یا منع کر سکے یا کم از کم سردار تک اس کی شرارتوں کی شکایت ہی پہنچا دے۔ سب ہی جانتے تھے کہ سردار کو بھی اس کا علم ہے، لیکن اسے یہ بات بالکل پسند نہیں کہ کوئی اس کے عزیز بیل کی بُرائی اس کے سامنے کرے۔ لوگوں نے صبر کیا، بہت صبر کیا، لیکن آخر کب تک، رفتہ رفتہ لوگوں میں بے چینی بڑھنے لگی۔

ادھر وہ بیل آزادی سے کھا کھا کر خوب ڈیل ڈول والا موٹا تازہ ہو چکا تھا۔ جو بھی اسے دیکھتا، اس کے قریب آنے کی جرات نہ کرتا اور یہ بیل کی جسامت کی وجہ سے نہیں، بلکہ سردار کے خوف کی وجہ سے تھا۔

اسی شہر میں ایک معمولی شکل صورت والا، دبلا پتلا، لیکن شیر دل، بہادر آدمی رہتا تھا۔ اس کا نام عادل تھا۔ وہ خطرناک حالات میں بھی گھبراتا نہیں تھا۔ ایک روز اس شخص نے بیل کو غافل پا کر اس پر قابو پایا اور ایک ویران جگہ لے جا کر اسے ذبح کر دیا۔ پھر اس کی کھال اور آلائشوں کو زمین کھود کر دفن کر دیا، اور گوشت سمیٹ کر اپنے گھر لے آیا۔ بیوی نے گوشت دیکھا تو پوچھا: "یہ کہاں سے لائے؟"

اس پر عادل بولا: "اس گوشت کی ایک کہانی ہے، لیکن اگر میں نے تمھیں بتائی تو بات پھیلنے کا اندیشہ ہے اور اس میں میری جان جانے کا خدشہ ہے۔"

اس پر بیوی نے اطمینان دلایا اور وعدہ کیا کہ وہ یہ بات کسی کو نہیں بتائے گی، لہٰذا اس کے شوہر نے تمام قصہ کہہ دیا۔ تمام بات سننے پر بیوی کی آنکھیں دہشت سے پھٹ گئیں کہ اب کیا ہوگا، جب کہ شوہر سکون سے باہر کی خبر لینے نکلا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ بیل کے مرنے پر خوشیاں منا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر بیل کو ختم کرنے والے کا پتا چل جائے تو اسے انعام سے نوازیں، لیکن اس شرط پر کہ سردار کو نہ پتا چلے۔

اُدھر سردار نے تمام وزیروں، مشیروں کو جمع کیا اور دلوں میں غیرت کی آگ بھڑکا دینے والی ایک تقریر کی اور کہا کہ جس نے آج ایک بیل کو ہلاک کرنے کی جرات کی ہے، کل وہ کسی اور کی جان بھی لے سکتا ہے۔ اگر بغیر سزا دیے چھوڑا گیا تو وہ دوسروں کے لیے فتنہ وفساد کی راہ کھولے گا۔ اب آپ سب مجرم کو تلاش کریں، اگر آسمان پر بھی ہو تو کسی طرح نیچے اُتاریں جب تک مجرم کو عبرت ناک سزا نہ دی جائے گی، میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ تمام افراد بہت متاثر ہوئے اور مجرم کی تلاش میں پوری کوشش صرف کر ڈالیں۔ سردار نے ان کو صرف ایک ہفتے کی مہلت دی تھی، جو آخر کار ختم ہوئی اور نتیجہ ناکامی کی صورت میں نکلا۔ سردار اس صورتِ حال پر مزید بپھر گیا۔

اب اس کو ایک نئی ترکیب سوجھی۔ اس نے ایک عیار بڑھیا کو بلا بھیجا، جو اپنی چالاکی اور عیاری کے لیے مشہور تھی۔ سردار نے اس کو بہت سے انعام کا لالچ دے کر مجرم کی تلاش میں روانہ کیا۔ بڑھیا نے سامان بیچنے والیوں کا سا بھیس بدلا اور ایک روزمرہ کے سامان سے بھری زنبیل تھامے گلی گلی پھرنے لگی۔ سامان بیچتے بیچتے وہ اس شخص عادل کے گھر بھی جا پہنچی۔ اس کی بیوی کو سامان بیچ کو وہ بولی: ''میری ایک لڑکی ہے، اسے بیل کا گوشت کھانے کو بہت جی چاہ رہا ہے۔ میں تو ماری ماری پھری بازار میں، مگر کہیں مل نہ سکا۔ اگر یہ گوشت، جس کے پکنے کی خوش بو آ رہی ہے، بیل کا گوشت ہے تو مہربانی کر کے تھوڑا سا مجھے

بھی دے دو، لیکن اگر یہ گائے کا ہے تو پھر ضرورت نہیں۔''

عورت نے کہا: ''کیوں نہیں، بڑی اماں! میں تمھیں بیل کے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا دیتی ہوں جو تمھارے اور تمھاری بیٹی دونوں کے لیے کافی ہوگا۔''

اس پر بڑھیا نے پوچھا: ''میں کئی دنوں سے بیل کے گوشت کی تلاش میں بازار کے چکر کاٹ رہی ہوں، مگر مجھے کہیں نہ ملا، آخر تم نے کہاں سے لیا؟''

اس پر عورت بہت سٹپٹائی اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ بڑھیا دوبارہ بولی: ''بیٹی! میں تمھاری ماں کی طرح ہوں۔ میرا یہ سوال کرنے سے کوئی غلط مقصد نہیں، میں تو بس وہ دکان جاننا چاہتی تھی، تاکہ اگلی بار میں بھی وہیں سے لے لوں۔''

عورت بولی: ''یہ گوشت تو میرا شوہر بغیر پیسوں کا لایا ہے۔ اب مجھے نہیں پتا کہ کہاں سے لیا ہے۔''

اب تو بڑھیا کا شک یقین میں بدل گیا۔ اس نے جلدی جلدی گوشت اپنی زنبیل میں رکھا اور اسے بغل میں دبا کر چلتی بنی۔ جس وقت بڑھیا دروازے تک پہنچی، عین اسی وقت عادل آ گیا۔ اس نے بڑھیا کی زنبیل میں گوشت دیکھا تو سارا معاملہ سمجھ گیا اور بولا: ''اماں بی! آپ آیئے، میں آپ کو اس سے زیادہ گوشت دیتا ہوں اور ایک دل چسپ کہانی بھی سناتا ہوں۔''

بڑی بی آدمی کی حماقت اور بھولے پن پر مسکرائی اور خوشی خوشی اس کے پیچھے تہ خانے کی طرف چل دی۔ تہ خانے میں پہنچ کر عادل نے بڑھیا کو مار کر تنور میں پھینک دیا۔ وہ ذرا سی دیر میں جل کر راکھ ہوگئی۔ پھر بالائی منزل پر پہنچ کر عادل نے بیوی کو ڈانٹا اور احتیاط کرنے کی تاکید کی۔

اُدھر جب سردار نے بڑھیا کو بھی غائب پایا تو مزید مشتعل ہوگیا۔ اسے اس آدمی کی

جرات پر حیرت بھی ہوئی۔ سردار کی بیٹی عقل مند تھی۔ اس نے ایک ترکیب سوچی، پھر باپ کو بتایا، جس پر وہ راضی ہو گیا۔ اب سردار کی لڑکی نے خوب ہار سنگھار کیا اور شان شوکت کے ساتھ شہر کے دورے پر نکلی۔ گلیوں، بازار میں گھومتی رہی، مگر اس سے بات کرنے کی جرات کسی کو نہ ہوئی۔ اچانک ایک شخص نے نہایت جرات مندی سے اس کی تعریف کرنی شروع کر دی۔ لڑکی نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی داڑھی میں خوش بو لگا دی۔ درحقیقت یہ ایک چال تھی۔ لڑکی کو اندازہ تھا کہ سردار کی بیٹی سے بات کرنے کی جرات وہی شخص کر سکتا ہے جو پہلے بیل کو ذبح کرنے اور بڑھیا کو قتل کرنے جیسے بڑے کام کر چکا ہو۔ اس نے اصل میں جو خوش بو لگائی تھی، اس میں چونا ملا ہوا تھا، تاکہ اس کی داڑھی مونچھیں چونے کے اثر سے جھڑ جائیں۔ پھر سردار کی بیٹی اطمینان سے لوٹ آئی۔ اگلے دن منادی کرادی گئی کہ جو شخص بغیر داڑھی مونچھوں والا ملے، اسے پکڑ کر سردار کی خدمت میں حاضر کیا جائے۔ اُڑتے اُڑتے یہ خبر عادل تک بھی جا پہنچی، وہ اذان کے فوراً بعد مسجد کے پاس موجود کنوئیں کے قریب گیا، جس سے نمازی وضو کرتے تھے۔ اس نے پانی میں کافی مقدار میں چونا ملا دیا۔ جتنے لوگوں نے اس پانی سے وضو کیا، سب کی داڑھی مونچھیں غائب ہو گئیں۔ جلد ہی سردار کے آدمیوں نے بغیر داڑھی والے ایک شخص کو گرفتار کر لیا، لیکن یہ کیا؟ ایک کے بعد ایک، دو، تین، چار کتنے ہی بے داڑھی مونچھوں والے لوگ گرفتار ہوتے چلے گئے۔ حال آنکہ قاتل تو ان میں سے ایک ہی شخص ہو سکتا تھا۔ سردار کو جب پتا چلا کہ اس کا یہ حربہ بھی ناکام رہا تو وہ غصے کے مارے اپنے بال نوچنے لگا۔

بہت غور و خوض کرنے کے بعد اسے ایک اور ترکیب سوجھی۔ اس نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ وہ سردار کے خاص سونے کے سکے سڑک پر ڈال دیں، جن پر سردار کی خاص نشانی ہو۔ پھر چھپ کر دیکھیں کہ نشانی دیکھ کر کون شخص اسے اُٹھانے کی جرات کرتا ہے۔ جو اُٹھائے گا، وہی قاتل ہوگا۔ اب اُڑتے اُڑتے یہ خبر بھی عادل تک جا پہنچی۔ اس

نے ایک چالاکی کی اور اپنے جوتوں کے تلے میں گوند جیسی ایک چپکنے والی شے لگا دی اور اس سڑک پر آ کر بے فکری سے ٹہلنے لگا اور جھک کر سکوں کو دیکھا تک نہیں کہ کارندوں کو (جو دور چھپے ہوئے تھے) شبہ ہوتا کہ چوری کر رہا ہے اور اسی ٹہلنے کے دوران اس کے جوتوں سے سکے چمٹ گئے، جنھیں گھر جا کر عادل نے علاحدہ کر لیا۔ کچھ دیر بعد جب کارندے وہاں پہنچے تو سکوں کا نام و نشاں تک نہ تھا، وہ ہکا بکا رہ گئے اور سردار کو بتایا۔ اسے ایک بار پھر شدید غصہ آیا۔ آخر کار سردار نے جب کوئی حربہ اس چالاک شخص کے آگے کامیاب ہوتا نہ دیکھا تو ہار مان لی اور منادی کرادی کہ اگر چور نے خود کو پیش کر دیا تو اس کو انعام سے نوازا جائے گا۔ دو تین دن بعد عادل کو جب یقین ہو گیا کہ سردار اپنے قول میں سچا ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرے گا، تو سیدھا اس کے محل میں جا پہنچا۔

سردار کے سامنے جب اس نے خود کو پیش کیا تو سردار یہ ماننے پر ہی تیار نہ ہوا کہ یہ مختصر الوجود، دبلا پتلا آدمی ایسے بڑے کام انجام دے سکتا ہے، بلکہ اس نے تو یہ تک کہہ دیا کہ تم اگر صرف بیل ذبح کرنے کا بھی کہو تو میں جب بھی نہ مانو، کیوں کہ ایک موٹا تازہ بیل ذبح کرنا بھی تمھارے جیسے کے لیے ممکن نہیں۔ اب عادل اصرار کرنے لگا کہ مجرم میں ہی ہوں اور ادھر سردار انکار کرنے لگا کہ تم مجرم نہیں ہو۔

اسی ضد بحث میں سردار نے کہا: ''میں تو تمھیں بغیر کسی ثبوت کے سچا ماننے والا نہیں۔ اب ثبوت دینے کے لیے تمھارا ایک امتحان ہوگا۔ اگر اس امتحان میں پورے اُترے تو صحیح، ورنہ جو جھوٹے کی سزا وہی تمھاری۔''

عادل نے کہا: ''بسر وچشم اے سردار! میں امتحان کے لیے تیار ہوں۔''

اب سردار نے اسے بتایا کہ ان قبیلوں میں اس کی ٹکر کا ایک ہی سردار ہے، جو اس کا دشمن ہے۔ اگر یہ اپنی بات میں سچا ہے تو اس سردار کو یہاں تک لے آئے، چاہے زندہ یا مردہ۔

عادل نے بڑے اعتماد سے رضامندی کا اظہار کیا اور ضروری سامان لے کر اس قبیلے کی بستی جا پہنچا۔ وہاں جا کر ایک گھر کرائے پر لیا اور اپنے مقصد میں کام یاب ہونے کے لیے غور و فکر کرنے لگا، پھر اس نے گھوم پھر کر لوگوں سے معلومات کیں تو پتا چلا کہ سردار اچھے کھانوں کا رسیا ہے اور عمدہ کھانے اس کی کم زوری ہیں۔ چناں چہ عادل نے ایک اور شخص کے ساتھ مل کر ایک ہوٹل کھول لیا اور طرح طرح کے عمدہ اور خوش ذائقہ کھانے بنانے لگا۔ جلد ہی اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور آخر سردار تک بھی پہنچ گئی۔ سردار نے بھی ایک دفعہ اس سے آزمایشی طور پر کھانا پکوا کر کھایا تو اس کے ذائقے کا گرویدہ ہو گیا اور اس کو اپنا باورچی مقرر کر لیا، لہٰذا جلد ہی عادل نے اپنے عمدہ کھانوں سے سردار کے دل میں جگہ بنالی۔ اب اگر محل میں کوئی سردار کا چہیتا تھا، تو عادل تھا۔ اس نے سردار کے معمولات پر نظر رکھنی شروع کر دی کہ وہ کب کھاتا ہے، کب سوتا ہے، کب اُٹھتا ہے، کب اکیلا ہوتا ہے اور کب اس کے گھر والے اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔

پھر ایک روز وہ بڑھئی کے پاس گیا اور اسے ایک خاص صندوق تیار کرنے کا آرڈر دیا۔ اس کے بعد ایک ماہر مصور کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ وہ اس کے لیے ملک الموت کی خیالی تصویر بنا دے۔ جب وہ تصویر تیار ہوئی تو وہ اسے لے کر بچوں کے کھلونے تیار کرنے والے ایک ماہر کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ اس کے لیے اس تصویر کے مطابق اس کے ناپ کا لباس بنا دے۔ جب یہ سب چیزیں تیار ہو گئیں تو اس نے ایک رات چپکے سے اپنے کمرے میں یہ لباس پہن کر مشق بھی کی۔ آخر ایک مناسب دن آ ہی گیا۔ اس روز سردار اکیلا تھا۔ عادل نے سردار کی خدمت میں اس کا پسندیدہ کھانا اور مشروب پہنچایا اور اس کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ لباس پہن کر اس کے کمرے میں جا پہنچا۔

سردار اس عجیب و غریب، خوف ناک حلیے والے شخص کو دیکھ کر خوف زدہ تو ہوا، مگر ہمت

کر کے ڈانٹا: ”کون ہو تم؟ میری اجازت کے بغیر کمرے میں کیسے داخل ہو گئے؟“

عادل نے گرج دار آواز میں کہا: ”میں وہ ہوں جو ہر بڑے اور چھوٹے کے پاس بغیر اجازت لیے، بغیر وقت طے کیے ہی آتا ہوں۔ میں ”ملک الموت“ ہوں۔“

اب جو سردار نے اس کے لباس و صورت کو دیکھا تو اس کی بات پر یقین کر بیٹھا۔ خوف کے مارے کانپنے لگا۔ ہاتھ پیر بے جان ہو گئے۔ حرکت کے قابل نہ رہا۔ گویا عادل کو اس وقت سردار پر مکمل غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔

اب عادل بولا: ”مجھے تم پر بڑا رحم آ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ تم کچھ وصیت کرنا چاہتے ہو گے، کچھ خواہشیں مکمل کرنا چاہتے ہو گے، مستقبل کے بارے میں تمھارے ذہن میں کچھ منصوبے ہوں گے، جن کو تم مرنے سے پہلے مکمل کرنا چاہتے ہو گے۔ ایسا کرو، تم اس صندوق میں لیٹ جاؤ۔ میں تمھیں زندہ حالت میں لے چلتا ہوں۔ پھر اللہ کی بارگاہ میں سفارش کروں گا کہ تمھیں کچھ مہلت مل جائے۔

سردار کو جب اُمید کی ایک کرن نظر آئی تو اس کی زبان کسی قدر حرکت کے قابل ہوئی تو وہ بولا: ”کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم واپس جاؤ اور کچھ عرصے کی مہلت مجھے دنیا میں ہی دے دو۔“

عادل نے فوراً تیور بدل لیے اور کہا: ”یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حکم کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی۔ مجھے تمھیں اوپر لانے کا حکم ملا ہے۔ اب چاہے تمھاری روح لے کر جاؤں یا روح اور جسم دونوں، اب تم اچھی طرح سوچ لو۔“ سردار نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں تو چپ چاپ صندوق میں جا لیٹا۔ عادل نے جلدی سے صندوق بند کیا اور تیز ترین سواری پر روانہ ہو گیا۔ پہلے سردار کے سامنے جا کر صندوق رکھا اور بتایا کہ وہ اس کے حریف کو زندہ سلامت لے آیا ہے تو اس کو یقین نہ آیا، لیکن جب صندوق کھول کر دیکھا تو قوی ہیکل سردار کو خوف کے مارے زرد پڑتی رنگت میں دیکھا۔ وہ دراصل یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ اللہ کے

دربار میں پیش ہو رہا ہے۔ جب پہلے سردار نے دوسرے کو اس حالت میں خوف زدہ بھیڑ کی طرح دیکھا تو حیرت کے مارے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے سب سے پہلے سردار کو عزت و اکرام سے بٹھایا۔ جب اس کی حالت بحال ہوئی تو شرمندگی سے بولا: ''میرا حقیقت میں آپ کی توہین کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ میرے منھ سے بے ارادہ یہ بات نکل گئی، وہ بھی اس لیے کہ میری نظر میں عادل اس قدر مشکل کام کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اب مجھے کیا خبر تھی کہ وہ یہ بھی کر ڈالے گا۔ پھر اس نے عادل سے پوچھا کہ وہ انعام میں کیا لینا چاہتا ہے، لیکن عادل نے فیصلہ سردار پر چھوڑ دیا۔ سردار نے عادل کو اپنا مشیر خاص بنا لیا۔

ادھر دونوں سرداروں کے درمیان صلح اور سمجھوتے کی کچھ شرائط طے ہو گئیں، جن پر اغوا ہونے والا سردار اس لیے بخوشی راضی ہو گیا کہ پہلے سردار نے ایک تو اس کا احترام کیا تھا اور دوسرے اس لیے بھی کہ عادل شاطر اس کے سردار کا مشیر ہو چکا تھا، لہٰذا اگر وہ عہد کی خلاف ورزی کرنے کا ارادہ بھی کرتا تو اس شاطر عادل کے حربوں سے کیسے بچ سکتا تھا۔

اور یوں دونوں حریف سرداروں میں اس عجیب سی ملاقات کے بعد دوستی ہو گئی اور دونوں قبیلوں کے لوگ امن و چین کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۶۱ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں **۱۸- ستمبر ۲۰۱۱ء** تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارہ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

حفظ کرنے کے ۱۴- نکتے

۱) کوئی چیز مکمل طور پر یاد کرنے کے بعد سو جانے سے وہ زیادہ اچھی طرح یاد رہتی ہے، بشرطیکہ اسے سو کر اُٹھنے کے فوراً بعد دہرا لیا جائے۔

۲) کسی چیز کے معنی سمجھنے کے بعد اسے یاد کیا جائے تو ایسی چیز کی یادداشت بہتر ہو جاتی ہے۔

۳) وہ چیزیں جو چھوٹی اور مختصر ہوں، انھیں ایک وقت میں یاد کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

۴) لمبے سبق کئی حصوں میں تقسیم کر کے یاد کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

۵) ایک چیز یاد کرنے کے بعد اسی قسم کی دوسری چیز یاد کرنے سے پہلی چیز کی یادداشت پر بُرا اثر پڑ سکتا ہے۔

۶) یاد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پوری دل چسپی اور توجہ سے یاد کیا جائے، ورنہ یاد کرنے میں بہت دیر لگے گی۔

۷) یاد کرتے وقت اگر ساتھ ساتھ اونچی آواز میں اُسے دہرایا جائے تو یادداشت بہتر ہوتی ہے۔

۸) یاد کرتے وقت یہ ضروری ہے کہ کمرا پُرسکون اور آرام دہ ہو، تا کہ یاد کرنے والا کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو سکے۔

۹) سلسلے وار یاد کرنا زیادہ بہتر ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح دو حصوں میں آسانی سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور چیز ذہن میں جلد محفوظ ہو جاتی ہیں۔

۱۰) کسی مسئلے کو یاد کرنے کے لیے اگر تصاویر کی مدد لی جائے تو وہ جلد اور آسانی سے یاد ہو جائے گا۔

۱۱) یاد کرتے وقت یاد کرنے والے کا ذہنی طور پر مطمئن ہونا بھی انتہائی ضروری اور اہم ہے۔

۱۲) اگر مقصد کو سامنے رکھ کر یاد کیا جائے اور یاد کرنے والے کو معلوم ہو کہ اگر اس نے مقررہ مواد یاد کر لیا تو اُس کو اِس کا صلہ ملے گا، تو بھی یادداشت بہتر ہو سکتی ہے۔

۱۳) یاد کرتے وقت اگر یہ بھی دھیان رہے کہ کتنا مواد یاد ہو گیا ہے اور کتنا باقی ہے تو بھی یادداشت پر بہتر اثر پڑتا ہے۔

۱۴) کسی چیز کے ابتدائی اور آخری حصے، درمیانی حصہ کے مقابلے میں جلد اور آسانی سے یاد ہو جاتے ہیں، اس لیے درمیانی حصے کو یاد کرتے وقت زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ ☆

نونہالوں کے لیے تحریر کی اشاعت کے اُصول

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو۔ ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے۔ ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ "کیا یہ چھپ جائے گی؟" ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کے چھپنے کی باری جلد آتی ہے۔ ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کرا کے بھیجیے۔ ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو۔ ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے۔ ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے۔ ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر صحیح صحیح لکھ کر شاعر کا پورا نام ضرور لکھیے۔ ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ لطیفے پُرانے اور گھسے پٹے نہ ہوں۔ ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ علم دریچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو۔ ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا دل دُکھانے والا نہ ہو۔ ◆ نونہال بلاعنوان کہانی نہ بھیجیں۔ ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے۔ ◆ اشاعت سے معذرت میں صرف کہانیوں اور مضامین کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں ناقابل اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے۔ ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے۔ ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔ ◆ کوئی چیز ای میل سے بھی بھیجیں تو اس میں اپنا ڈاک کا پورا پتا ضرور لکھیں۔ (ادارہ)

کسان کا باگڑ بلاّ

جاوید بسام

بوڑھا کسان مرغ کی پہلی بانگ کے ساتھ بیدار ہونے کا عادی تھا۔ ایک دن فصل کٹائی کے موسم میں اس نے جلدی جلدی ناشتا کیا اور اپنے کھیت کا رخ کیا۔ اس کا کھیت دوسرے کھیتوں سے الگ تھلگ تھا۔ آس پاس زمین خالی پڑی تھی، جس پر جھاڑ جھنکاڑ اُگ آئے تھے۔ وہ آنکھیں جھپکتا چلا جا رہا تھا۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا اسے تھپک رہی تھی۔ راستے میں ایک ٹیلا پڑتا تھا، جب وہ اس پر چڑھا تو اسے ہلکی روشنی میں اپنے کھیت کی منڈیر نظر آئی۔ فصل ہوا سے لہرا رہی تھی، لیکن یہ دیکھ کر وہ چونک گیا کہ پرندوں سے حفاظت کرنے والا پتلا جسے وہ باگڑ بلا کہتا تھا، غائب ہے۔ ٹیلے سے اُترنے پر کھیت نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد جب وہ کھیت پر پہنچا تو پتلا اپنی جگہ موجود تھا۔ وہ بڑبڑایا: "میں روز بہ روز بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں۔ جسم کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی کم زور ہو گئی ہیں۔"

دراصل وہ اپنے باگڑ بلے کا بہت خیال رکھتا تھا۔ کسان عموماً ڈوڈنڈوں کو کپڑے پہنا کر کھیت میں کھڑا کر دیتے ہیں کہ پرندے فصل خراب نہ کریں، لیکن اس کا پتلا سب سے الگ تھا۔ ایک بار جب وہ شہر گیا تو اسے کباڑیے کے پاس ایک پرانی ڈمی مل گئی، جو سلے سلائے کپڑے بیچنے والے استعمال کرتے تھے۔ اس نے جب اسے پرانی پتلون اور قیص کے ساتھ بڑا سا ہیٹ پہنا کر کھیت میں کھڑا کیا تو حیران رہ گیا۔ دور سے دیکھنے پر وہ اصل انسان لگتا تھا، چناں چہ پرندے اس کے کھیت سے دور رہتے تھے۔

کسان نے کھیت میں کام شروع کیا۔ جوں جوں سورج اوپر آتا گیا، گرمی بڑھتی گئی۔ کام کے دوران اس نے محسوس کیا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی، لیکن کوئی نہیں تھا۔ دوپہر تک وہ کام کرتا رہا اور خوب تھک گیا۔ اس نے ایک

درخت کے نیچے بیٹھ کر کھانا کھایا اور آرام کیا اور پھر دوبارہ کام میں لگ گیا۔ اس دوران اسے ایسا لگا جیسے پتلے میں حرکت ہوئی ہے، وہ اسے اپنا وہم سمجھ کر کام میں لگا رہا۔ کام بہت زیادہ تھا اور اکیلے اس کے بس کا نہ تھا۔ کٹائی کے موسم میں کوئی ملازم بھی نہیں ملتا تھا۔ کسان کو خود سے باتیں کرنے کی عادت تھی، وہ بولا: ''میاں! تم اکیلے ہو۔ تمھاری کوئی اولاد نہیں، اس لیے سب کام تمھیں اکیلے کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی مددگار مل جائے تو کام آسان ہو جائے۔''

وہ بولتا رہا۔ اچانک پتلے میں حرکت ہوئی۔ اس نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پتلے نے اپنا ہیٹ اُتارا اور ماتھے سے پسینا پونچھتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ کسان حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ قریب آ کر وہ خشک لہجے میں بولا: ''خدا نے تمھاری دعا سن لی ہے۔ مددگار آ گیا ہے۔''

''تم کون ہو؟'' کسان نے گھبرا کر پوچھا۔

''میں خدا کا ایک بندہ ہوں۔ مجھے تمھاری خدمت کا کام سونپا گیا ہے۔ میں تمھارا ہاتھ بٹاؤں گا۔''

''تمھیں کھیتی باڑی آتی ہے؟''

''کبھی کی تو نہیں، لیکن میرا خیال ہے، میں کر لوں گا۔''

''تنخواہ کیا لو گے؟''

''کچھ نہیں، بس دو وقت کی روٹی دے دینا، لیکن میری ایک شرط ہے۔ میں دوسروں کے سامنے نہیں آنا چاہتا، میرا کسی سے ذکر نہ کرنا۔''

کسان بولا: ''ٹھیک ہے۔''

کسان نے خوشی خوشی اسے کام سمجھایا۔ اس نے قیص اُتاری اور کام شروع کیا۔ وہ جوان آدمی تھا، جسم بھی مضبوط تھا، اس کا ہاتھ تیزی سے چل رہا تھا۔ کسان نے شکر ادا کیا۔

وہ شام تک کام کرتے رہے۔ پھر دونوں گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ کسان نے دور سے اسے اپنا گھر دکھایا اور بولا: ''پچھلے حصے میں غلّے کی کوٹھری ہے۔ تم گھوم کر وہاں پہنچو، میں تمھارے کھانے کے لیے کچھ لاتا ہوں۔''

پتلا چھپتا چھپاتا وہاں گیا۔ کسان تندور کی روٹی اور سالن کا پیالہ اس کے لیے لایا۔ وہ کھانے پر ٹوٹ پڑا۔

کسان نے کہا: ''یہ کونے میں چادر پڑی ہے، اس پر سو جانا اور صبح پہلی بانگ کے ساتھ بیدار ہو جانا۔''

پتلے نے گردن ہلائی اور کھاتے ہی چارپائی پر دراز ہو گیا۔ فوراً ہی نیند نے اُسے آ لیا۔

دوسرے دن بھی وہ پھرتی سے کام کرتا رہا۔ اس دوران گاؤں کا بڑھئی اُدھر آتا نظر آیا۔ اسے دور سے آتے پتلے نے ہی دیکھا اور فوراً کسان کو بتایا، پھر اس نے قیص پہنی اور تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہیٹ اپنے چہرے پر جھکا لیا تھا۔ بڑھئی سیدھا کھیت کی طرف آیا۔ دونوں نے سلام دعا کی۔ بڑھئی بولا: ''بابا! لگتا ہے تمھارا ہاتھ تیز چلنے لگا ہے۔''

”ہاں۔“ کسان مسکرا کر بولا۔

کسان دور درختوں کے جھنڈ کے پیچھے بڑی جیل کی طرف دیکھتے ہوئے بولا: ”وہاں کیا ہو رہا ہے؟ کچھ ہل چل نظر آ رہی ہے۔“

بڑھئی نے جواب دیا: ”معلوم نہیں، ہو سکتا ہے کوئی قیدی بھاگ نکلا ہو۔“ پھر وہ آگے روانہ ہو گیا۔ کسان اپنے کام میں لگ گیا۔

پتلا، کسان کے ساتھ کام کرتا رہا۔ اس نے تیزی سے دو ہفتوں کا کام پانچ دن میں ختم کر لیا۔ ایک دن وہ بولا: ”بڑے میاں! مجھے عام کسانوں جیسے کپڑوں کی ایک جوڑی دو۔ تمھارا کام ختم ہو گیا، اب مجھے آگے جانا ہے۔“

”ابھی کچھ کام باقی ہے۔“ کسان نے کہا۔

وہ بیزاری سے بولا: ”اب کیا کام ہے؟ مجھے اور لوگوں کی بھی خدمت کرنی ہے۔ کہیں پر میرا انتظار ہو رہا ہو گا۔“

”لیکن تم نے ابھی میری پوری طرح خدمت نہیں کی۔ کل میں تمھیں مزید کام بتاؤں گا۔“

دوسرے دن جب وہ کھیت پر پہنچے تو کسان بولا: ”روز بہ روز پانی کی کمی ہو رہی ہے، ہمیں کنواں کھودنا پڑے گا۔“ وہ کدال اور پھاوڑا اُٹھا لایا۔ اگلے تین دن تک وہ کنواں کھودتے رہے، پتلے کا بُرا حال تھا۔ مٹی نکال نکال کر وہ اس میں لتھڑ گیا تھا۔ جب کنواں گہرا ہو گیا تو وہ بولا: ”چلو، تمھارا کام ختم ہوا۔“

کسان نے کہا: ”بس ایک دو دن کا کام اور رہ گیا ہے۔“

”اب کیا رہ گیا ہے؟“ وہ جل کر بولا۔ اس کے چہرے پر جھلاہٹ تھی۔

”اتنی مٹی نکل آئی ہے، سوچ رہا ہوں، کھیت کی منڈیر نئی بنا لوں۔“ کسان نے کہا۔

اس طرح اگلے دو دن تک وہ کسان کے ساتھ منڈیر بناتا رہا۔

پھر کسان بولا: ”آج رات آرام کرو، صبح روانہ ہو جانا۔“ پتلے کا تھکن سے بُرا حال تھا۔ وہ جاتے ہی چارپائی پر ڈھیر ہو گیا۔ کسان کھانا لایا تو وہ خراٹے لے رہا تھا۔ کسان نے اسے اُٹھایا۔ وہ اس کے لیے آج زیادہ کھانا لایا تھا، ساتھ شہد لگا بن بھی تھا۔ پتلے نے ڈٹ کر کھایا، پھر لیٹتے ہی سو گیا۔ کسان نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور باڑے سے وہ مضبوط رسا لے آیا، جس سے بیل باندھا جاتا تھا۔ اُسے کچھ اہم باتیں معلوم ہوئی تھیں، جن سے فائدہ اُٹھانے کا وقت آ پہنچا تھا۔ اس نے تیزی سے پتلے کے ہاتھ پیر باندھے اور کندھے پر اُٹھا کر چھکڑے پر لا ڈالا۔ وہ تھوڑا سا کسمسایا پھر گہری نیند سو گیا۔ کسان نے سانس درست کی اور پھر چھکڑے کو دھکیلتے ہوئے بڑی جیل کا رخ کیا۔

جیل کے افسر کے کمرے میں بہت سے لوگ جمع تھے۔ پتلا آنکھیں ملتے ہوئے حیران ہو رہا تھا۔ کسان کرسی پر اکڑ کر بیٹھا ہوا تھا اور اس چائے کی چسکیاں لے رہا تھا جو افسر نے اس کے لیے منگوائی تھی، پھر وہ کھنکھار کر بولا: ”میرا باپ کہا کرتا تھا کہ ہر چیز اپنی

مقررہ جگہ پر ہونی چاہیے، تو میں نے سوچا کہ شاید یہ بے چارہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہے، اسے پہنچا آؤں۔"

لوگ زور سے ہنسے۔ افسر بولا: "ہم اسے کہاں کہاں تلاش کرتے رہے اور یہ ہماری ناک کے نیچے موجود تھا۔"

"ہاں، یہ تم لوگوں کے سُست پڑ جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ میں بوڑھا ضرور ہو گیا ہوں، لیکن میری عقل ابھی سلامت ہے، میں تو اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا۔"

افسر نے اس کی بہادری اور ذہانت کو سراہا۔

"اور ہاں، میں نے سنا ہے کہ حکام نے اس پر کوئی انعام بھی مقرر کیا تھا؟" کسان بولا۔

"ہاں ایک لاکھ رپے کا انعام ہے۔ تم اس کے حق دار ہو۔" افسر نے کہا۔

کسان نے اس سے ہاتھ ملایا اور جلد ملنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گیا۔ اس کے چہرے پر مسرت جھلک رہی تھی۔ ☆

آبی کھٹمل

یہ پانی میں رہنے والا کھٹمل لیسر جائنٹ (LESSER GIANT) ہے۔ یہ اپنے ۲۰۰ سے زیادہ انڈے ۲۶ ہفتوں تک مسلسل اپنی پیٹھ پر اُٹھائے رکھتا ہے۔

صرف نر کھٹمل ہی اپنی پیٹھ پر انڈے رکھتا ہے۔ مادہ کا کام اس کی پیٹھ پر انڈے دے کر چلے جانا ہے۔ یہ کھٹمل تازہ پانی میں رہتا ہے۔

مرسلہ: ظفر شمیم، ہرنائی

میں تمھارا پھیپڑا ہوں

شہید حکیم محمد سعید

نونہالو! میں تمھارا پھیپڑا ہوں۔ ہر شخص کے بدن میں دو پھیپڑے ہوتے ہیں۔ ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ دائیں طرف کے پھیپڑے کے تین لوتھڑے (لوب) ہوتے ہیں اور بائیں طرف کے پھیپڑے کے دو لوتھڑے۔ ہوا کی نالی جب پھیپڑوں میں اُترتی ہے تو شاخ در شاخ تقسیم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی آخری شاخیں انتہائی باریک ہو جاتی ہیں۔ اسی کے ساتھ ان میں سرخ خون کی نسوں (شریانوں) اور نیلے خون کی نسوں (وریدوں) کا جال بچھا ہوتا ہے۔ دونوں پھیپڑے ایک باریک جھلی میں بند ہوتے ہیں، اس طرح کہ آزادی سے پھیل اور سکڑ سکتے ہیں۔

پھیپڑے سانس اندر کھینچنے اور پھر اسے باہر چھوڑنے کا عمل سرانجام دیتے ہیں۔ ہر بار جب سانس لیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ اوکسیجن انتہائی باریک شاخوں تک پہنچ جاتی ہے۔ جب سانس کو باہر نکالا جاتا ہے تو اندرونی خلیات کی کاربن اوکسائڈ اس کے ذریعے سے خارج ہو جاتی ہے۔ گویا سانس لینے اور نکالنے کے عمل سے خون صاف ہوتا ہے، اوکسیجن خون میں مل جاتی ہے اور کاربن ڈائی اوکسائڈ خارج ہو جاتی ہے۔

آرام کی حالت میں ایک منٹ میں پندرہ بار سانس لیا جاتا ہے۔ ہر بار تقریباً نصف لیٹر ہوا پھیپڑے کے اندر جاتی ہے اور اسی قدر باہر نکلتی ہے۔ ورزش اور سخت محنت میں سانس لینے کی رفتار دُگنی ہو جاتی ہے۔

سانس لے جانے والی نالیوں کے شاخ در شاخ تقسیم ہونے کے بعد انتہائی باریک باریک تھیلیاں بنتی ہیں ان کی تعداد ہر پھیپڑے میں ۳۰۰ ملیون ہوتی ہے۔ یہ تھیلیاں ایک دن میں ۱۵ ہزار مرتبہ پھیلتی اور سکڑتی ہے۔
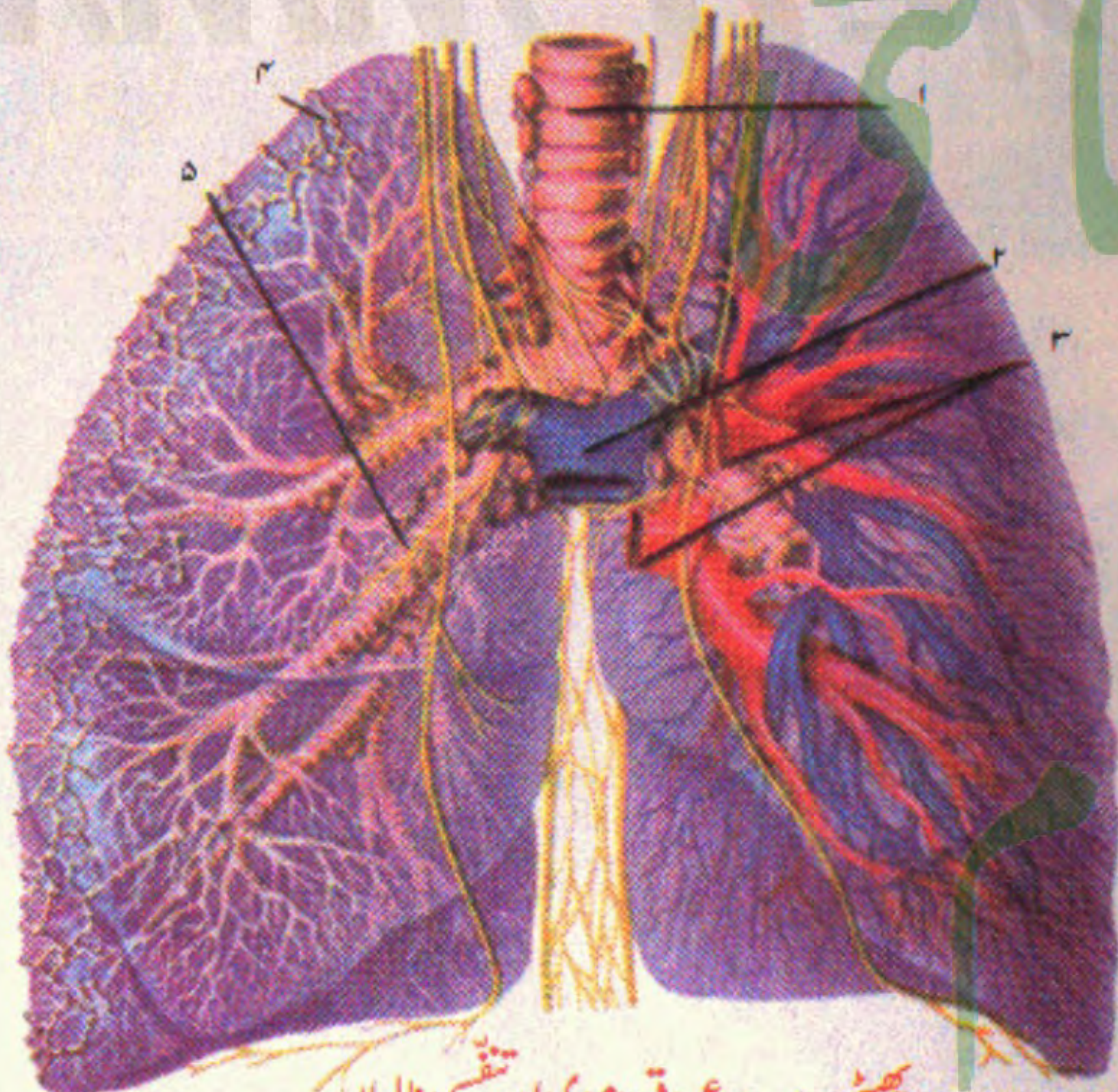
پھیپڑے ، عروق دموی اور تنفسی نالیاں

(۱) قصبۃ الریہ (۲) ریوی شرائین (۳) ریوی وریدیں
(۴) غلاف الریہ (۵) شعبیات

تمھارا خون اس وقت صاف ہوتا ہے جب تم صاف ہوا میں سانس لو، اسی لیے تمھارے استاد تمھیں مشورہ دیتے ہیں کہ روزانہ صبح کے وقت کسی سبزہ زار یا باغ یا کھیت کے کنارے کھڑے ہو کر سانس لو۔

گرد و غبار، دھواں، موٹر گاڑیوں سے نکلنے والا بدبودار دھواں، فیکٹریوں کی چمنیوں سے نکلنے والا زہریلا دھواں، یہ سب ہوا کو خراب کر دیتے ہیں۔ ایسی جگہوں پر پھیپڑوں کو صاف ہوا نہیں ملتی۔ اسی طرح سگرٹ اور حقہ پینے سے بھی پھیپڑے خراب ہو جاتے ہیں۔ تمباکو کے دھوئیں میں زہریلا مادہ ہوتا ہے۔ وہ پھیپڑوں کو بھی خراب کرتا ہے اور دل پر بھی بُرا اثر ڈالتا ہے۔

نونہالو! تم نے اسکول میں پڑھا ہوگا کہ مکان ہوادار ہونے چاہئیں۔ ان میں روشن دان ہونے چاہئیں، جن سے ہر وقت صاف اور تازہ ہوا اندر آتی رہے۔ یہ احتیاط بھی اسی لیے ہے کہ تمھیں صاف ہوا سے اوکسیجن ملتی رہے اور تمھارا خون صاف ہوتا رہے۔

بعض اوقات احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے سخت سردی سے یا جراثیم کی وجہ سے پھیپڑے کی جھلی میں ورم آ جاتا ہے یا پھیپڑے متاثر ہو جاتے ہیں۔ شدید حالت میں نمونیا بھی ہو جاتا ہے یا تمھیں بتایا جاتا ہے کہ تمھیں بروکائٹس کا مرض ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہوا کی نالی کے اندر کی بلغمی جھلی پر ورم آ گیا ہے۔ دمے کے مرض میں سانس کی باریک شاخیں بند ہو جاتی ہیں اور سانس رک جاتا ہے۔ ایسا الرجی سے بھی ہوتا ہے اور بیماری کی وجہ سے بھی۔ سب سے خراب بیماری یہ ہے کہ پھیپڑے میں زخم ہو جاتا ہے، جسے سل کہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے منھ سے خون آنے لگتا ہے۔

نونہالو! پھیپڑوں کو صحت مند اور تن درست رکھنے کا بنیادی طریقہ تو یہی ہے کہ صاف ہوا میں سانس لیا جائے۔ دھوئیں سے بچا جائے۔ سخت قسم کی بدبو اور خوش بُو دونوں سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ سخت سردی سے بھی بچنے کی کوشش کی جائے۔ گھروں کے روشن دان کھلے رکھے جائیں۔ سگرٹ اور حقہ نہ پیا جائے۔ صبح اور شام کسی باغ، سبزہ زار

یا کھیت کے کنارے ہوا خوری کی جائے۔ ورزش کی جائے۔ اس سے چوں کہ سانس لینے کی رفتار تیز ہو جاتی ہے، اس لیے زیادہ آکسیجن پھیپھڑوں میں جاتی ہے۔

سانس کی کوئی بھی تکلیف ہو تو معالج سے مشورہ کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ سادہ علاج کیا جائے۔ نزلہ زکام میں ناک بند ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے جوشاندے کا استعمال مفید ہوتا ہے۔

جب تکلیف شروع ہو تو علاج میں کم وقت لگتا ہے اور پوری شفا ہو جاتی ہے، لیکن جب تکلیف پرانی ہو جائے تو علاج میں بہت وقت لگتا ہے۔

اگر تم ان مشوروں پر عمل کرتے رہو گے تو ان شاء اللہ تمھاری صحت اچھی رہے گی۔ ☆

دادی کا نعمت خانہ

شوکت جمال
سعودی عرب

دادی کا تھا دولت خانہ
گھر کیا تھا اک جنت خانہ
بچپن میرا گزرا اُس میں
بے شک تھا وہ شفقت خانہ
اُس گھر میں ہی دیکھا میں نے
لکڑی کا اک نعمت خانہ
خانے اُس میں اتنے سارے
سمجھو جیسے حیرت خانہ
کھانے پینے کی چیزوں کا
لگتا تھا وہ برکت خانہ
شیرینی بھی، نمکینی بھی
ہر خانہ تھا لذت خانہ
دودھ اُس میں اور لسی اُس میں
اور اُس میں اِک شربت خانہ
پھول اور سبزی کی خوش بو سے
ہر دم جیسے نکہت خانہ
یاد آتے ہیں دن بچپن کے
اور دادی کا نعمت خانہ

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کرکے ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

دیانت کا معیار

مرسلہ: مہک اکرم، لیاقت آباد

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ؓ اپنے غلام کے ساتھ مدینہ منورہ میں رات کو گشت کر رہے تھے۔ ایک مکان سے کچھ آوازیں سنیں۔ ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی: ''دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دے۔''

لڑکی نے کہا: ''امیر المومنین نے کہا ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر مت فروخت کرو۔''

عورت بولی: ''بیٹی! اب یہاں کوئی نہیں ہے۔''

لڑکی بولی: ''اماں جان! یہ بات دیانت کے خلاف ہے کہ روبرو تو اطاعت کی جائے اور غائبانہ خیانت۔''

یہ گفتگو سن کر حضرت عمر فاروق ؓ بہت متاثر ہوئے۔ لڑکی کی دیانت اور اس کی حق گوئی پر خوش ہو کر بعد میں اپنے بیٹے عاصم کی اس سے شادی کر دی۔

حضرت علیؓ کے اقوال

مرسلہ: ماہ نور خالد، لاہور

- کوئی حکومت کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے، مگر ظلم کے ساتھ نہیں۔
- ہر شخص کی قیمت وہ ہنر ہے جو اس کے اندر ہے۔
- سب سے بڑی خیانت اپنی قوم سے غداری ہے۔
- آزادی کی حفاظت نہ کرنے والا غلامی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔
- اگر تم کسی کو چھوٹا دیکھ رہے ہو تو یا اسے دور سے دیکھ رہے ہو یا غرور سے۔
- دنیا تمھیں اس وقت تک نہیں ہرا سکتی جب تک تم خود سے نہ ہار جاؤ۔

دستِ شفقت

مرسلہ: تحریم خان، نارتھ کراچی

مشہور مزاح نگار شوکت تھانوی صاحب ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے، یہاں تک کہ ان کے سر کے بال جھڑ گئے۔ دوست احباب ان کی عیادت کو پہنچے اور بات چیت کے دوران ان کے گنجے سر کو بھی دیکھتے رہے۔ سب کو حیران اور پریشان دیکھ کر شوکت تھانوی بولے: ''اصل بات یہ ہے دوستو! کہ ملک الموت آئے تھے، صورت دیکھ کر رحم آ گیا، بس صرف سر پر ایک چپت رسید کر کے چلے گئے۔ یہ جو سر کی حالت ہوئی ہے، اسی دستِ شفقت کی عنایت ہے۔''

احسان کی زنجیر

مرسلہ: محمد عثمان حیدر حقانی، وہاڑی

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بازار میں ایک شخص کو دیکھا۔ اس کے پیچھے جنگلی ہرن چلا آ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: ''یہ ہرن کیوں چلا آ رہا ہے؟ بھاگ کیوں نہیں جاتا، جب کہ اس کے گلے میں کوئی پٹا یا زنجیر بھی نہیں ہے۔''

اس شخص نے جواب دیا: ''اس کے گلے میں احسان کی زنجیر بندھی ہے۔ یہ ہرن جنگل میں زخمی پڑا تھا۔ میں اسے اُٹھا کر گھر لے آیا اور اس کا علاج کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تن درست کر دیا۔ اس دن سے یہ مجھ سے جدا نہیں ہوا۔''

میں یہ نہیں چاہتا

مرسلہ: ایم ذیشان شیرازی، راولپنڈی

ایک لڑکا گاؤں کی ایک کچی سڑک پر جا رہا تھا۔ اس نے سر پر ایک بڑی سی گٹھڑی رکھی ہوئی تھی۔ اسی دوران پیچھے سے ایک بیل گاڑی آئی۔ بیل گاڑی والے نے ہمدردی سے لڑکے کو آواز دے کر کہا: ''آؤ، گاڑی پر بیٹھ جاؤ۔''

لڑکا گاڑی پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ گاڑی والے نے دیکھا کہ لڑکا بدستور گٹھڑی سر پر ہی رکھے ہوئے ہے۔

اس نے کہا: ''بیٹا! گٹھڑی نیچے رکھ دو۔ سر پر کیوں رکھے ہوئے ہو؟''

لڑکے نے معصومیت سے جواب دیا:

''چاچا جی! میں یہ نہیں چاہتا کہ گاڑی پر وزن زیادہ ہوا اور بیل کو اس کے کھینچنے میں زیادہ مشکل پیش آئے۔''

سچ سے پرہیز

مرسلہ: حرا شاہد، کراچی

افلاطون سچائی کی فضیلت بیان کر رہا تھا۔ اس نے کہا: ''سچائی اور سچ کی عظمت سے کون انکار کر سکتا ہے، لیکن ایک ایسی سچی بات بھی ہے، جس سے انسان کو بچنا چاہیے۔''

ایک شاگرد نے سوال کیا: ''سچی بات سے پرہیز، کیا معنی؟''

افلاطون نے کہا: ''ہاں بات سچی ہے، لیکن لائق پرہیز ہے۔ وہ بات ہے اپنی تعریف و ستایش خود کرنا، چاہے تم میں وہ سب خوبیاں اور اوصاف موجود ہی کیوں نہ ہوں، جن کا تم اظہار کر رہے ہو۔''

افسوس!

مرسلہ: سیدہ ثوبیہ ناز، کراچی

کیا وہ تمام طالب علم امتحان میں کام یاب ہو سکتے ہیں، جنھیں پورا سال پڑھنے کی فرصت نہ ملی۔ جنھوں نے ایس ایم ایس پیکج کبھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ اُن کی آنکھوں کی روشنی انٹرنیٹ اور ٹی وی دیکھ دیکھ کر کم ہو گئی ہے۔ وہ ساری ساری رات موبائل فون پر باتیں کرتے رہتے ہیں۔

اداشناس

مرسلہ: فضیلہ ذکا بھٹی، شیخوپورہ

اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں ایک دفعہ یہ مشہور ہو گیا کہ وہ دکن پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اگر چہ وہ اس معاملے کا ارادہ کر چکے تھے، مگر ابھی تک کسی سے اظہار نہیں کیا تھا، یہاں تک کہ معتمدِ خاص سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا، مگر لوگوں میں اس کی شہرت عام ہو چکی تھی۔ شاہ عالمگیر حیران تھے کہ لوگوں میں یہ خبر کیسے پہنچ گئی۔ محکمۂ خاص کو حکم دیا گیا کہ سراغ لگائیں کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہوئی۔

کھوج لگاتے لگاتے پتا چلا کہ سب سے پہلے ملازمِ خاص کی زبان سے یہ بات سنی گئی ہے۔ اُس کو بلا کر یہ پوچھا گیا کہ تم نے یہ بات کہاں سے سنی؟

اُس نے عرض کیا: ''جہاں پناہ! میری عمر اس خاندان کے قدموں میں گزری ہے۔ غلام اداشناس ہے۔ ایک صبح حضور کو وضو کروا رہا تھا کہ آپ نے ایک لمحہ توقف فرمایا اور دکن کی طرف دیکھ کر اپنا ہاتھ مونچھوں پر پھیرا تو میں سمجھ گیا کہ دکن پر حملے کا ارادہ ہے۔''

شعر چور

مرسلہ: عابد علی، ملتان

ادیب اور شاعر کنور مہند رسنگھ بیدی دہلی میں آنریری مجسٹریٹ تھے۔ ایک دفعہ پولیس والے ایک شاعر کو چوری کے الزام میں پکڑ لائے۔ کنور بیدی صاحب شاعر کو جانتے تھے، اس لیے مسکرا کر بولے: ''بھئی اس کو کیوں پکڑ لائے۔ یہ چور نہیں ہے، البتہ شعر چور ضرور ہے۔''

موت اٹل حقیقت ہے

مرسلہ: رفعت بتول، سرگودھا

☆ اگر موت کو حکومت کے ذریعے سے ٹالا جا سکتا تو ''فرعون'' کو کبھی موت نہ آتی۔

☆ اگر موت کو وزرات کے ذریعے سے ٹالا جا سکتا تو ''ہامان'' کو کبھی موت نہ آتی۔

☆ اگر موت کو مال و دولت کے ذریعے سے ٹالا جا سکتا تو ''قارون'' کو کبھی موت نہ آتی۔

☆ اگر موت کو قوتِ بازو کے ذریعے سے ٹالا جا سکتا تو ''رستم و سہراب'' کو کبھی موت نہ آتی۔

☆ اگر موت کو دواؤں کے ذریعے سے ٹالا جا سکتا تو ''افلاطون و جالینوس'' کو کبھی موت نہ آتی۔

☆ اگر موت کو حکمت دانائی کے ذریعے سے ٹالا جا سکتا تو ''لقمان'' کو کبھی موت نہ آتی۔

ہم بھی کسی سے کم نہیں

مرسلہ: مسعود اعجاز ملتانی، کراچی

مایۂ ناز پاکستانی آل راؤنڈر شاہد آفریدی نے اکتوبر ۱۹۹۶ء میں پاکستان کی جانب سے سری لنکا کے خلاف نیروبی میں کھیلے جانے والے ون ڈے انٹرنیشنل میچ میں انتہائی جارحانہ انداز کا کھیل پیش کیا اور صرف ۳۷ گیندوں پر گیارہ چوکوں کی مدد سے ۱۰۲ رنز بنائے اور دنیا کے تیز ترین سنچری بنانے والے پہلے کھلاڑی بن گئے۔ شاہد آفریدی نے سب سے زیادہ چھکے مارنے کا ورلڈ ریکارڈ بھی قائم کیا۔ ☆

سوال

سیما شکیب

زیرک کتنا پیارا ہے
سب کا راج دلارا ہے

کرتا ہے دن رات سوال
روز نکالے بال کی کھال

دریا کیسے ہوا رواں
چھپ جاتا ہے چاند کہاں

سورج گرم ہوا کیسے
ٹھنڈی چلی ہوا کیسے

تارے چمکاتا ہے کون
پھول کھلا دیتا ہے کون

موسم رنگ بدلتے ہیں
بادل کیسے چلتے ہیں

بارش کیسے ہوتی ہے
پھولوں کا منھ دھوتی ہے

پھل یہ کون اُگاتا ہے
بُلبُل کیسے گاتا ہے

ہیں یہ سب قدرت کے کام
بیٹا! جھک کر کرو سلام

ہنسی گھر

مالک نے نوکر سے کہا: ''اس قدر مہنگائی ہو رہی ہے اور تم نے پراٹھے میں اتنا زیادہ گھی ڈالا ہے۔''

نوکر نے ہچکچاتے ہوئے کہا: ''وہ معاف کر دیجیے مالک! غلطی سے میرا پراٹھا آپ کے پاس آ گیا۔''

مرسلہ: حیدر کمال علی، میرپور خاص

ایک بے وقوف نے نئی گاڑی لی۔ دوست نے تعریف کی اور کہا: ''اس پر کچھ ایسا لکھواؤ کہ پتا چلے یہ تمھاری گاڑی ہے۔''

اس نے فوراً چاروں دروازوں پہ لکھوا دیا: ''دروازہ باہر کی طرف کھولیں۔''

مرسلہ: صغیر حسین، سرائے سدھو

بیگم اپنے شوہر سے: ''اتنے سارے پھٹے ہوئے جوتے کہاں سے لائے ہیں؟''

شوہر: ''کچھ مت پوچھو بیگم! دراصل کل رات میں نے پہلی بار اسٹیج پر گلوکاری کی تھی۔''

مرسلہ: حجاب ساحر،

ایک موٹی خاتون جو شوہر کے ساتھ ریل میں سفر کر رہی تھیں۔ اپنے شوہر سے بولیں: ''میں اوپر والی برتھ پر نہیں جاؤں گی، مجھے ڈر لگتا ہے۔''

شوہر نے کہا: ''تم اوپر تو جاؤ برتھ خود بخود نیچے آ جائے گی۔''

مرسلہ: نبیلہ عروج کبوہ، محراب پور

دو دوست سگرٹ پیا کرتے تھے۔ ایک کا انتقال ہو گیا تو دوسرا اس کی یاد میں ایک وقت میں دو سگرٹیں پینے لگا۔

کچھ دنوں کے بعد وہ صرف ایک سگرٹ پیتا نظر آیا تو لوگوں نے پوچھا: ''ایک سگرٹ کیوں پی رہے ہو؟''

اس نے جواب دیا: ''میں نے سگرٹ پینی چھوڑ دی ہے۔''

مرسلہ: محمد اسحاق بشیر احمد کھتری، حیدرآباد

ایک آفس میں ایک ساتھ دو گھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک میں چھے بجے تھے اور دوسری میں چھے بج کر دس منٹ۔ ایک

آدمی نے منیجر سے پوچھا: ''یہ دونوں گھڑیاں الگ الگ وقت بتاتی ہیں، بھلا ان دونوں گھڑیوں کا کیا فائدہ؟''

منیجر نے کہا: ''اگر دونوں گھڑیاں ایک ہی وقت بتائیں تو دو گھڑیوں کا کیا فائدہ؟''

مرسلہ: فہیم بوزدار، کراچی

○ گڑیا: ''میرے ابو اسپتال میں ہیں۔''

رانی: ''اوہ، سن کر افسوس ہوا۔ ویسے انھیں کیا ہوا ہے؟''

گڑیا: ''کچھ نہیں، اب ڈاکٹر اسپتال میں نہیں ہوگا تو اور کہاں ہوگا۔''

مرسلہ: نیہا حماد، لاہور

○ ایک صاحب اپنے بیٹے کی تصویر لے کر فوٹو گرافر کے پاس گئے اور کہنے لگے: ''میرے بیٹے نے یہ تصویر ٹوپی پہن کر کھنچوائی تھی، جب کہ میں نے کہا تھا کہ بغیر ٹوپی کے کھنچوانا۔ کیا آپ کسی طرح یہ ٹوپی ہٹا سکتے ہیں؟''

فوٹو گرافر ادب سے بولا: ''جی ہاں جناب! لیکن یہ بتائیے کہ آپ کا بیٹا کس طرف سے مانگ نکالتا ہے؟ اُلٹی طرف سے یا سیدھی طرف سے؟''

ان صاحب نے ایک لمحے کو سوچا پھر معصومیت سے بولے: ''جب آپ ٹوپی اُتاریں گے تو خود ہی پتا چل جائے گا۔''

مرسلہ: عبداللہ حاجی امداحسین، کوٹ غلام محمد

○ ایک دوست: ''اس دفعہ میں اپنے دوست کی سال گرہ میں اسے اردو کی ایک لغت دے رہا ہوں۔''

دوسرا دوست: ''کیوں؟''

پہلا دوست: ''پچھلے سال جب میں نے اس کو سال گرہ پر ایک خوب صورت تحفہ دیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ تمھارا شکریہ ادا کرنے کے لیے مجھے الفاظ نہیں مل رہے۔''

مرسلہ: سعدیہ اعجاز ملتانی، کراچی

○ ایک شخص اپنی مرغیوں کو دانہ ڈال رہا تھا۔ وہ ایک مرغی کو لاتا، اسے دانہ کھلاتا پھر اسے ڈربے میں بند کر کے دوسری کو لاتا اور اسے دانہ کھلاتا پھر تیسری کو۔ پاس سے گزرتے ایک شخص نے کہا: ''ارے

بے وقوف! تم وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ سب مرغیوں کو ایک ہی بار دانہ ڈال دو۔''

وہ شخص بولا: ''بھئی وقت کیسے ضائع ہو رہا ہے؟ مرغیوں کو کون سا دفتر جانا ہے۔''

مرسلہ: محمد شعیب مصطفیٰ، سرگودھا

○ ماں (بیٹے سے): ''تم اپنے باپ کے طور طریقوں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟''

بیٹا: ''انھوں نے کون سا کارنامہ سر انجام دیا تھا؟''

ماں: ''اُن کے اعلا کردار کی وجہ سے جیل میں چھے مہینوں کی سزا معاف ہوگئی تھی۔''

مرسلہ: واجد نگینوی، کراچی

○ ایک دوست نے دوسرے دوست سے کہا: ''افریقا میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ پیدائش کے وقت اس کا وزن ۸۰ کلو گرام تھا۔ پھر اس کا وزن بڑھتے بڑھتے صرف پندرہ دن میں ۲۸۰ کلو گرام سے بڑھ گیا۔''

دوست بولا: ''یہ ناممکن ہے، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔''

پہلے نے کہا: ''ہو سکتا ہے، کیوں کہ وہ بچہ ہاتھی کا تھا۔''

مرسلہ: فریاد علی قادری، کاموکی

○ بیٹے نے ماں سے کہا: ''آج میں نے دعوت میں اتنا کھانا کھایا کہ مجھ سے چلا بھی نہیں گیا، میں گدھے پر بیٹھ کر آیا ہوں۔''

ماں نے کہا: ''تمھیں شرم آنی چاہیے، کیوں کہ تمھارے ابو جب دعوت میں کھاتے تھے تو لوگ انھیں چارپائی پر ڈال کر لاتے تھے۔''

مرسلہ: محمد بلال احمد، چکوال

○ ڈاکو نے ایک آدمی کو پستول دکھا کر کہا: ''جو کچھ بھی تمھارے پاس ہے اسے نکال دو۔''

آدمی نے تھر تھر کانپتے ہوئے کہا: ''میں بڑا غریب آدمی ہوں، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔''

ڈاکو: ''تم ہم سے زیادہ غریب نہیں ہو۔ ہم خالی پستول لے کر گھومتے ہیں، گولی خریدنے کے لیے بھی پیسے نہیں ہیں۔''

مرسلہ: محمد اُسامہ انصاری، حیدر آباد

معلوماتِ افزا

سلیم فرخی

معلوماتِ افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول سولہ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہوں گے، لیکن انعام کے لیے گیارہ سے زیادہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ جوابات صحیح دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک سو روپے نقد حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸۔ ستمبر ۲۰۱۱ء تک ہمیں مل جائیں۔ جوابات کے کاغذ پر بھی اپنا نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضور اکرمؐ ہجرت کر کے جب مدینے پہنچے تو ان کے میزبان حضرت .... تھے۔ (ابوعبیدہؓ۔ ابوطلحہؓ۔ ابوایوب انصاریؓ)

۲۔ حضور اکرمؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو .... کا خطاب دیا تھا۔ (امین الامت ۔ اسد اللہ ۔ سیف اللہ)

۳۔ مغل بادشاہ نور الدین محمد جہانگیر کو بچپن میں شہزادہ .... کہا جاتا تھا۔ (علیم ۔ سلیم ۔ کلیم)

۴۔ ہندستان کی جنگِ آزادی کا آغاز ۱۸۵۷ء میں .... کے مقام سے ہوا تھا۔ (میرٹھ ۔ بنارس ۔ دہلی)

۵۔ انگریزوں نے .... میں صوبہ بنگال کو تقسیم کر دیا تھا۔ (۱۹۰۵ء ۔ ۱۹۵۰ء ۔ ۱۹۵۵ء)

۶۔ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کا صدر دفتر .... میں ہے۔ (کراچی ۔ اسلام آباد ۔ لاہور)

۷۔ جنرل (ر) پرویز مشرف نے .... میں اقتدار سنبھالا تھا۔ (۱۹۹۷ء ۔ ۱۹۹۸ء ۔ ۱۹۹۹ء)

۸۔ .... کے تین کھلاڑی حنیف محمد، مشتاق محمد، اور صادق محمد سگے بھائی ہیں۔ (کرکٹ ۔ ہاکی ۔ فٹ بال)

۹۔ دنیا کی مشہور کیمبرج یونی ورسٹی .... میں ہے۔ (فرانس ۔ جرمنی ۔ برطانیہ)

۱۰۔ واسکوڈی گاما .... کا مشہور جہاز راں تھا۔ (پرتگال ۔ اسپین ۔ آسٹریا)

۱۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد .... میں پیدا ہوئے تھے۔ (مکہ مکرمہ ۔ مدینہ منورہ ۔ وادیٔ بدر)

۱۲۔ "بنت" عربی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (بہن ۔ بیٹی ۔ بیوی)

۱۳۔ اردو زبان کی ایک کہاوت یہ ہے: "جتنا گڑ ڈالو اتنا ہی ...." (گاڑھا ۔ کڑوا ۔ میٹھا)

۱۴۔ بحرین کی کرنسی کو .... کہتے ہیں۔ (دینار ۔ ٹکا ۔ ریال)

۱۵۔ انگریزی زبان میں دوپہر کے کھانے کو .... کہتے ہیں۔ (LUNHC, DINNER, SUPPER)

۱۶۔ نظیر اکبر آبادی کے اس شعر کا دوسرا مصرع درست کیجیے:

جو خوشامد کرے خلق اس سے سدا راضی ہے
سچ تو یہ ہے کہ .... سے خدا راضی ہے (عبادت ۔ محبت ۔ خوشامد)

کوپن برائے معلوماتِ افزا نمبر ۱۸۹ (ستمبر ۲۰۱۱ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ ستمبر ۲۰۱۱ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (ستمبر ۲۰۱۱ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ ستمبر ۲۰۱۱ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکا یئے۔

شیر اور چار بیل

ڈاکٹر سید امجد علی جعفری

براعظم افریقا کے ایک ملک یوگنڈا کے گھنے جنگلوں میں بہت سے شیر، بھیڑیے، لگڑ بھگے، لومڑ، گیدڑ، بندر، لنگور اور جنگلی بیل رہتے تھے۔ ان جنگلی بیلوں میں سیاہ، سفید، بھورے اور سنہری رنگ کے چار بیل بہت طاقت ور تھے۔ ان چاروں بیلوں میں بہت پیار و محبت اور اتحاد تھا۔ اگر کبھی کوئی شیر بیلوں پر حملہ کرتا تو وہ چاروں مل کر اسے بھگا دیتے تھے، اس لیے شیر جیسے طاقت ور جانور بھی انھیں دوست بنا کر رکھتے تھے۔ چاروں بیل تمام جانوروں کے ہمدرد تھے۔ برسات کے موسم میں جب سیلاب آتا تھا تو یہ بیل کم زور جانوروں کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر انھیں محفوظ مقامات پر پہنچا دیتے تھے۔

ایک بار شیر نے سوچا کہ میں جنگل کا بادشاہ ہوں، لیکن تمام جانور ان بیلوں کی اتنی عزت کرتے ہیں اور مجھ سے صرف ڈرتے ہیں۔ کوئی چال چل کر انھیں ختم ہی کر دیا جائے، تاکہ پورے جنگل میں صرف میری بادشاہت قائم رہے۔ شیر نے اپنے منصوبے کے مطابق سفید، بھورے اور سنہری بیل سے علاحدہ علاحدہ کہنا شروع کیا کہ سیاہ بیل تمھارے حصے میں سے چارا چوری کر کے کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ اصل میں وہی مضبوط اور طاقت ور ہے۔ اسی سے شیر ڈرتے ہیں، باقی بیل تو بزدل ہیں۔ اگر کبھی یہ تھوڑے دن علاحدہ رہے تو اسے پتا چل جائے گا کہ اُن کی کتنی اوقات ہے۔

تینوں بیلوں نے سیاہ بیل سے تصدیق کیے بغیر شیر کی جھوٹی باتوں پر یقین کر لیا۔ اب تین بیل اکٹھے گھومتے پھرتے اور سیاہ بیل سے دور رہتے، سیاہ بیل جنگل میں اکیلا گھومتا پھرتا۔ جب شیر نے دیکھا کہ چاروں دوستوں میں اتحاد باقی نہیں رہا اور اب باقی بیل سیاہ بیل کی مدد کو نہیں آئیں گے تو اس نے اُس پر حملہ کر کے اُسے مار دیا۔

باقی تین بیل، سیاہ بیل کی موت سے بہت خوش ہوئے۔ پھر کچھ عرصے بعد شیر نے بھورے اور سنہری بیل کے کان بھرنے شروع کیے کہ اصل میں تو تم دونوں کی طاقت سے اس جنگل کی شہرت ہے۔ بھلا سفید بیل کی تمھارے آگے کیا حیثیت ہے۔ بھورے اور سنہری بیلوں نے ان باتوں پر یقین کرتے ہوئے سفید بیل کو تنہا چھوڑ دیا۔ شیر نے موقع پا کر سفید بیل کو بھی ہلاک کر دیا۔

اب بھورا اور سنہری بیل باقی رہ گئے تھے۔ اب شیر نے ایک اور چال چلی۔ اُس نے سنہری بیل سے کہا کہ تمھارے جیسا خوب صورت بیل تو پورے جنگل میں نہیں ہے اور ہم شیر بھی سنہری رنگ کے ہیں، اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں اپنے ساتھ رکھیں اور ساتھ والے جنگل میں ایک طاقت ور بیل کی ضرورت ہے، بھورے بیل کو وہاں بھیج دیتے ہیں۔

دونوں بیل جھانسے میں آ گئے۔ ابھی بھورا بیل دوسرے جنگل کے لیے راستے میں ہی تھا کہ شیر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کی تکا بوٹی کر ڈالی۔ کچھ دنوں کے بعد شیر نے سنہری بیل کو بھی اکیلا دیکھ کر اسے بھی مار کر کھا لیا۔

نونہالو! جب کسی علاقے کے لوگ پیار محبت سے رہتے ہوئے افواہوں پر یقین کر کے غیروں کی چال میں آ کر اپنوں سے ہی نفرت کرنے لگتے ہیں تو دشمن انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔ ☆

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تا کہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

دوستو! یہ اسٹک کارٹون (STICK CARTOONS) کہلاتے ہیں۔ ان کو بنانے سے کارٹون کو حرکت کی شکل دینے میں مدد ملتی ہے۔ جیسے آپ اوپر دیے ہوئے خاکوں میں ان کے مختلف انداز دیکھ رہے ہیں۔ ایک میں کارٹون بیٹھا ہوا ہے، دوسرے میں پتنگ اُڑا رہا ہے، تیسرے میں خوشی کا انداز ہے اور چوتھے میں بھاگتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ ☆

عیدی کہاں گئی؟

انور فرہاد

''میں نے تو امی سے دوٹوک کہہ دیا کہ یا تو مجھ سے روزے رکھوالیجیے یا اسکول میں پڑھوالیجیے۔''

''پھر تمھاری امی نے کیا کہا؟''

''کچھ دیر سوچتی رہیں، پھر بولیں، ٹھیک ہے، تم اسکول جاؤ۔''

''ارے واہ! تم نے تو بڑی آسانی سے اپنے روزے معاف کرالیے۔ تم تو بڑے فائدے میں رہے۔''

''خاک فائدے میں رہا۔''

''کیوں، کیا کوئی گڑبڑ ہوگئی؟''

''ایسی ویسی گڑبڑ۔ شام کو افطاری کے وقت امی نے اعلان کر دیا کہ جس نے روزہ رکھا ہے، وہی افطاری کرے گا۔''

''یعنی تمھاری امی نے تمھیں اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔''

ناصر اپنی داستانِ غم سنا چکا تو عثمان بولا: ''بھئی! ہمارے ہاں تو روزہ کسی بھی حال میں معاف نہیں۔''

''مگر تم روزے رکھ کر سارا کام کیسے کر لیتے ہو؟'' ناصر نے تعجب سے کہا: ''روزہ رکھ کر اسکول آنا اور پھر کتابوں کی گتھیوں میں سر کھپانا۔ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں۔''

''میرے بھائی!'' عثمان نے بڑی نرمی سے کہا: ''رمضان کے روزے فرض ہیں، جو ہر حال میں رکھنے ہوتے ہیں۔''

''مگر اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟''

''اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ بہت سے غریب لوگ سال کے بیشتر دن بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ روزے داروں کو اس بات کا احساس دلایا جاتا ہے کہ دیکھو، اللہ کے بہت سے بندے ایسی ہی بھوک پیاس کی شدت سال بھر برداشت کرتے ہیں۔ اس طرح روزے داروں کے دلوں میں ان کے لیے ہمدردی کا جذبہ جاگتا ہے اور وہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے، اپنے غریب بھائی بہنوں کی مدد کرتے ہیں۔''

یہ ساری گفتگو اس وقت کلاس روم میں ہو رہی تھی۔ طالب علموں کے مختلف گروپ اس وقت جی بھر کر خوش گپیاں کر رہے تھے۔ کلاس روم میں اُدھم مچا ہوا تھا۔ ماسٹر صاحب ذرا پہلے گھڑی دیکھ کر اُٹھ گئے تھے کہ میں ابھی آتا ہوں۔ وہ یہ کہہ کر کلاس سے باہر چلے گئے تھے، پھر جب وہ رومال سے منھ پونچھتے ہوئے کلاس میں داخل ہوئے تو ان کی نظر بلیک بورڈ پر پڑی، جس پر لکھا ہوا تھا: ''پیارے بچو! میں ذرا افطار کر کے آتا ہوں۔ جب تک تم

لوگ آج کے پڑھائے جانے والے سبق پر ایک نظر ڈال لو۔''

ماسٹر صاحب نے بورڈ پر لکھی تحریر پر نظر ڈالی تو اس کے ساتھ ہی بہت سے طالب علموں کی بھی نگاہ اس پر پڑی اور وہ چونک اُٹھے کہ یہ کس نے لکھا، کب لکھا، کسی نے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ کئی لڑکے تو بے چارے خوف سے تھر تھر کانپنے لگے کہ اب پوری جماعت کی شامت آ جائے گی۔ تحریر پڑھنے کے بعد ماسٹر صاحب اپنی میز کے قریب پہنچے تو ان کے ہاتھ میں ان کا مخصوص ڈنڈا تھا۔ کئی لڑکوں نے دل ہی دل میں ''جل تُو جلال تو، آئی بلا کو ٹال تُو'' کا ورد شروع کر دیا۔ ماسٹر صاحب نے پوری جماعت پر ایک نظر ڈالی اور پھر سپاٹ لہجے میں بولے: ''ناصر! اِدھر آؤ۔''

ناصر لرزتا ہوا ان کی طرف بڑھا: ''سر! میں نے نہیں لکھا ہے۔''

''ڈسٹر اُٹھاؤ اور اس تحریر کو مٹاؤ۔''

ناصر نے بلیک بورڈ سے تحریر مٹا دی تو بولے: ''جاؤ، اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔''

ناصر جس وقت اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اطمینان بھری سانس لے رہا تھا، اسی وقت ماسٹر صاحب بولے: ''میں افطار کرنے نہیں لنچ کرنے گیا تھا۔'' ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور وہ خوش گوار موڈ میں تھے: ''مجھے اس عمر میں جو مشقت کرنی پڑتی ہے، اس میں روزے رکھنا میرے لیے ممکن نہیں۔ میں اسکول آنے سے پہلے بھی ٹیوشن پڑھاتا ہوں اور اسکول سے جانے کے بعد بھی مغرب کے وقت تک ٹیوشن پڑھاتا رہتا ہوں۔''

ایک لڑکے نے انھیں خوش کرنے کے لیے کہا: ''سر! اتنی محنت کے بعد تو آپ یقیناً روزہ نہیں رکھ سکتے۔''

دوسرا بولا: ''سر! اس سال گرمیوں کی چھٹیاں ہی غلط دی گئی ہیں۔ جون جولائی کی بجائے جولائی اگست میں چھٹیاں ہونی چاہیے تھیں۔''

''ہاں، ایسا ہوتا تو مجھ جیسے لوگ بھی روزے رکھ لیتے۔''

''یس سر!'' ناصر نے کہا: ''ہم طالب علموں کے لیے بھی روزے رکھ کر اسکول آنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔''

عثمان نے اس موقع پر خاموش رہنا مناسب نہیں سمجھا، اس نے کہا: ''حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں، روزے فرض ہیں، اس لیے ہر بالغ مسلمان کو اس کی ادائی کا حکم ہے۔ یہ صبر و تحمل کا مہینا ہے۔ جو لوگ حکم خداوندی سمجھ کر اس کی پیروی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتے ہیں، روزے دار کی ہر مشکل آسان کر دیتے ہیں۔''

اس نے ذرا رک کر اپنی بات آگے بڑھائی: ''ہاں بیماروں اور ضعیفوں کے لیے نرمی ہے۔''

رمضان المبارک کا پہلا عشرہ گزر چکا تھا۔ گھر میں عصر کے بعد سے بڑی چہل پہل

شروع ہو جاتی تھی، جب کہ ناصر پر اُداسی چھا جاتی تھی۔ اسے کوئی لطف ہی نہیں آتا تھا۔

اس نے مسجد جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مغرب کی نماز کے بعد روزے دار اسے بھی افطار میں شریک کرتے، مگر اسے شرم آتی کہ بے روزے دار ہو کر روزے دار کے حق پر ڈاکا ڈالے، لہٰذا وہ ایک آدھ چیز منھ میں ڈال کر کہتا: ''میں گھر جا کر کھانا کھاؤں گا۔'' پھر نماز پڑھ کر وہ گھر چلا جاتا۔

عید کے جوڑے آنا شروع ہو گئے تھے۔ ناصر کی چھوٹی بہن ناصرہ نے ایک دن خوشی خوشی اسے اپنا جوڑا دکھایا: ''دیکھو ناصر بھائی! میرا عید کا جوڑا کتنا پیارا ہے۔''

''میرا جوڑا ابھی تو آیا ہوگا؟''

''نہیں، آپ کا نہیں آیا۔ امی کہتی ہیں کہ عید تو روزے داروں کی ہوتی ہے۔ نئے کپڑوں کے حق دار بے روزے دار کیسے ہو سکتے ہیں۔''

ناصر کے دل پر ایک چوٹ سی لگی تھی، مگر اس نے منھ سے کچھ نہیں کہا۔ رات کے پچھلے پہر جب گھر کے لوگ سحری کے لیے اُٹھے تو ناصر بھی ہاتھ منھ دھو کر اور وضو کر کے سحری کرنے والوں کے درمیان آ بیٹھا۔

امی نے کہا: ''تم تو صبح کو ناشتا کرتے ہو، ابھی کیوں آ گئے؟''

''اب میں بھی روزے رکھوں گا۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔''

''زندہ باد۔'' ناصرہ نے نعرہ لگایا۔

''یہ ہوئی نا بات۔'' ابا جی بولے۔ امی بھی مسکرانے لگیں۔

اسکول میں عثمان کو معلوم ہوا تو وہ بھی خوش ہوا اور بولا: ''شروع سے روزے رکھتے تو اب تک تمھارے بھی دس روزے ہو جاتے۔ چلو باقی روزے ہی سہی۔ جو لوگ اللہ پر بھروسا کرتے ہیں، اللہ ان کی ہر مشکل آسان کر دیتے ہیں۔''

ایک دن ناصر نے عثمان سے پوچھا: ''کیا بات ہے، آج کل ماسٹر صاحب کلاس روم سے اُٹھ کر افطاری کرنے نہیں جاتے؟''

عثمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ''اب وہ افطاری کے وقت ہی افطاری کرتے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ انھوں نے تمھاری طرح روزے رکھنا شروع کر دیے ہیں۔ اُس دن جب وہ لنچ لے کر آئے تھے تو میری باتوں سے اتنے متاثر ہوئے کہ اگلے دن سے روزے رکھنا شروع کر دیے۔ انھوں نے میرا شکریہ ادا کیا کہ تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔ مجھ سے کہیں زیادہ محنت مشقت کرنے والے، کڑی دھوپ میں مزدوری کرنے والے بھی تو روزے رکھتے ہیں، اس لیے میں کیوں روزے نہیں رکھ سکتا۔''

''سبحان اللہ!'' ناصر نے کہا: ''دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے۔ اللہ سب کو اچھی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

عثمان بولا: ''ماشاءاللہ، اب تم بھی بہت اچھے ہو گئے ہو، بہت اچھی باتیں کرنے لگے ہو۔''

ناصر واقعی بہت اچھا ہو گیا تھا۔ روزے رکھنے کے ساتھ پابندی سے پانچوں نمازیں اور تراویح ادا کرنے لگا تھا۔ اس کی ان باتوں سے گھر والے بھی اس سے بہت پیار کرنے لگے تھے۔ امی خود اسے ساتھ لے کر عید کا جوڑا خریدنے گئی تھیں۔ انھوں نے ایک بہت اچھا اور قیمتی جوڑا اس کے لیے پسند کیا تو اس نے کہا: ''امی! اس جوڑے کے بجائے کم قیمت کے کوئی دو جوڑے خرید لیں۔''

''کیوں دو جوڑے کیوں؟''

''ایک میں اپنے دوست عثمان کو دوں گا، جس کی باتوں سے متاثر ہو کر میں نے

روزے رکھنا شروع کیے۔''

امی نے جو قیمتی جوڑا پسند کیا تھا، بالکل ویسا ہی دوسرا جوڑا بھی خرید لیا۔

''تمھارا یہ دوست یقیناً ایک اچھا بچہ ہے اور اچھے بچوں پر اچھا جوڑا ہی اچھا لگتا ہے۔''

عید آئی تو ناصر نے صحیح معنوں میں عید کی خوشی منائی۔ بچوں کی اصل خوشی تو عیدی سے حاصل ہوتی ہے، اسے توقع سے بڑھ کر عیدی ملی تھی، گھر کے تمام بچوں سے زیادہ۔

عید کے چوتھے روز امی نے گھر کے تمام چھوٹے بڑے بچوں سے کہا: ''ارے بھئی! کس کو کتنی عیدی ملی، کتنی خرچ کی کتنی باقی ہے؟''

''سب بچے بتا چکے تو ناصر نے کہا: ''میں نے اپنی ساری عیدی خرچ کر دی۔''

''سب!'' امی حیرت سے بولیں: ''ارے بھئی، تمھیں تو سب سے زیادہ عیدی ملی تھی، وہ سب پیسے تم نے ان تین دنوں میں خرچ کر دیے۔''

''جی ہاں، میں نے جو روزے نہیں رکھے تھے، ان کے کفارے کے طور پر اپنی ساری عیدی غریبوں اور مسکینوں میں بانٹ دی۔''

☆

بعض نونہال پوچھتے ہیں کہ رسالہ نونہال ڈاک سے منگوانے کا کیا طریقہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سالانہ قیمت منی آرڈر یا چیک سے بھیج کر اپنا نام پتا لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ کس مہینے کا رسالہ جاری کرانا چاہتے ہیں، لیکن چوں کہ رسالہ کبھی کبھی ڈاک سے کھو بھی جاتا ہے، اس لیے ہمارا مشورہ ہے کہ یا تو اخبار والے سے کہہ دیں کہ وہ ہر مہینے ہمدرد نونہال پہنچا دیا کرے ورنہ اسٹالوں اور دکانوں پر بھی ہمدرد نونہال ملتا ہے۔ وہاں سے ہر مہینے خرید لیا جائے۔ اس طرح پیسے بھی اکھٹے خرچ نہیں ہوں گے اور رسالہ بھی جلد مل جائے گا۔

ہمدرد فاؤنڈیشن، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

اُم ہدیٰ، میر پور خاص
بریرہ خالد، لاہور
غناء اقبال، کراچی
اریبہ وکیل، کراچی
حمنا شاہد، کراچی
محمد احمد نسیم، گجرات
محمد عدیل رشید، حیدر آباد
محمد علی بیگ، کراچی

نعت

مرسلہ: اُم ہدیٰ، میر پور خاص

دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفیٰ
دیکھے کہ جبرئیل ہے دربانِ مصطفیٰ
اسلام کا زمانے میں سکّہ بٹھا دیا
اپنی مثال آپ ہیں یارانِ مصطفیٰ
میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور پر
میری ہزار جان ہو قربانِ مصطفیٰ
رشتہ مرا خدا کی خدائی سے چھوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مصطفیٰ
لائے نہ کیوں یہ نغمہ ملائک کو وجد میں
گاتا ہے جس کو بلبلِ بستانِ مصطفیٰ

قائداعظم

بریرہ خالد، لاہور

مسلمانوں نے ہندستان پر ایک ہزار سال حکومت کی، مگر ان میں سے کئی حکمرانوں نے اپنی نا سمجھی کی وجہ سے نقصان اُٹھایا اور آخر سب کچھ گنوا کر انگریزوں کی غلامی میں چلے گئے۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ پھر حالات بدلے اور انگریز کے جانے کا وقت آیا تو دو قوموں ہندو اور مسلم کے جھگڑے کا خطرہ سر پر منڈلانے لگا۔ اس صورتِ حال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک عظیم رہنما عطا کر دیا۔ یہ محمد علی جناح تھے، جنھیں قوم عقیدت سے قائداعظم کہنے لگی۔

قائداعظم محمد علی جناح کو اللہ تعالیٰ نے ہمت اور حوصلہ عطا فرمایا تھا۔ انھوں نے مسلمانانِ ہند کی ڈولتی کشتی کو سنبھالا اور پار لگا کر مملکت خداداد پاکستان کا تحفہ دیا۔ ہمیں ایک شان دار پہچان دی، مگر بد قسمتی سے ان کے دنیا سے جاتے ہی ہم نے بہت کچھ بھلا دیا اور اپنی راہ سے بھٹک گئے۔

اگر ہمیں اپنی کھوئی ہوئی عظمت درکار ہے تو ہمیں ایک دفعہ پھر اپنے اسی قائد کی باتوں پر عمل کرنا ہوگا۔ وہ کل بھی ہمارے میرِ کارواں تھے اور آج بھی ہمارے قائد ہیں۔ وہ اُن انسانوں میں سے تھے، جو ہمیشہ زندۂ جاوید رہتے ہیں۔ قائداعظم کا نام پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

کڑوے پتے

غناء اقبال، کراچی

ایک صبح چین کا بادشاہ تھکن کی وجہ سے غنودگی محسوس کر رہا تھا۔ اسے بہت سارا کام کرنا تھا، لیکن اس کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ اس نے شاہی طبیب کو طلب کیا۔

طبیب آیا تو بادشاہ نے کہا: ''مجھے بہت سارا کام کرنا ہے، لیکن مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔ کیا تم میری مدد کر سکتے ہو؟''

طبیب نے اپنے جڑی بوٹیوں کے تھیلے میں سے کچھ سوکھے اور گہرے رنگ کے پتے نکالے اور بولا: ''بادشاہ سلامت! کیا آپ کچھ پتے چبانا پسند کریں گے؟''

بادشاہ نے پتوں کی طرف دیکھا اور کچھ پتے اپنے منھ میں رکھے اور انھیں چبانا شروع کر دیا۔

'' یہ پتے نہایت بدذائقہ ہیں اور یہ کھائے نہیں جا سکتے۔'' بادشاہ نے غصے سے کہا۔

''لیکن یہ پتے جاگنے میں آپ کی مدد کریں گے۔'' طبیب نے بادشاہ کو بتایا۔

بادشاہ نے طبیب سے کہا: ''میں بادشاہ ہوں اور اگر مجھے کوئی چیز بدذائقہ لگتی ہے تو میں اسے کبھی نہیں کھاتا۔ اگر تم نے یہ پتے یہاں سے ہٹا کر کوئی مناسب ترکیب نہ کی تو میں تمھارا سر قلم کروا دوں گا۔''

طبیب نے کچھ سوچ کر بادشاہ سے کہا: ''عظیم بادشاہ! آپ یہ پتے کھا نہیں سکتے، لیکن میرے پاس ایک دوسرا حل ہے۔''

بادشاہ نے پوچھا: ''وہ کیا؟''

طبیب نے کہا: ''آپ گرم پانی کا ایک پیالہ منگوائیے۔''

بادشاہ نے اپنے ملازمِ خاص سے گرم پانی کا پیالہ منگوایا تو طبیب نے تھوڑے سے پتے اس گرم پانی میں ڈال دیے۔ گرم پانی خوب صورت سنہرے رنگ میں تبدیل ہو گیا اور اس میں سے بہت اچھی خوش بو آنے لگی۔ بادشاہ نے پانی چکھا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

''اس کا ذائقہ بہت زبردست ہے۔''

یہ کہہ کر بادشاہ نے سارا پانی پی لیا۔ کچھ دیر بعد بادشاہ کو بالکل بھی تھکن محسوس نہیں ہوئی اور وہ چاق چوبند ہو گیا۔

وہ طبیب کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا: ''تم بہت عقل مند ہو اور اب تمھارا سر قلم کروانے کے بجائے تمھیں انعام و کرام سے نوازوں گا۔''

بادشاہ نے اپنے ملازم سے کہا: ''مجھے ہر صبح اس زبردست مشروب کا ایک پیالہ ضرور دیا کرو۔''

یہ دراصل چائے کے پتے تھے۔ اس دن سے لوگوں نے چین میں اور دنیا کے کئی ملکوں میں چائے کے پودے اُگانا شروع کر دیے اور آج دنیا بھر میں تازگی اور چستی کے لیے چائے پی جاتی ہے۔

گھوڑا یا گدھا

اریبہ وکیل، کراچی

ہندستان میں ایک چھوٹی سی مسلم ریاست تھی۔ احمد کمال اس ریاست کی فوج میں سپہ سالار تھا۔ وہ نہایت چاق چوبند اور نڈر انسان تھا۔ وہ میدانِ جنگ میں ہوتا تو دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتا تھا۔ وہ سب سے اخلاق سے پیش آتا تھا، لیکن وہ بے حد کنجوس تھا۔ پائی پائی پر اس کی نظر رہتی تھی۔ وہ اچھے کاموں پر بھی اپنی دولت خرچ نہیں کرتا تھا۔

ایک مہینہ پہلے جنگ میں اس نے اپنی جاں بازی کے جوہر دکھائے اور دشمن کو شکستِ فاش دی۔ اس کا گھوڑا جس کا نام رخش تھا، اس کے ساتھ جنگ میں شریک تھا۔ وہ بہت مضبوط، توانا اور فرماں

بردار گھوڑا تھا۔ وہ کمال کے اشارے پر چلتا تھا اور اسے کھانے کو جو دیا جاتا تھا، سر جھکا کر کھا لیا کرتا تھا۔ کمال نے اس کا نام رخش اس لیے رکھا تھا کہ وہ بہت تیز دوڑتا تھا اور آناً فاناً ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا تھا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد احمد کمال نے سوچا کہ گھوڑے کی زیادہ ناز برداریاں نہیں کرنا چاہییں۔ یہ جانور ہے، کسی طرح سے گزارا کر لے گا۔ چناں چہ اس نے گھوڑے کی خوارک کم کر دی۔ گھوڑے نے اس پر کوئی احتجاج نہیں کیا اور خاموشی سے سر جھکا کر اس دانے پانی پر گزر بسر کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑا اور وہ کم زور اور لاغر ہوتا چلا گیا۔ اس کے باوجود احمد کمال کو کوئی فکر نہ تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اب اس کا کوئی کام ہی نہیں ہے۔ بس سفر کے لیے ہی کارآمد ہے۔ جب اسے اِدھر سے اُدھر جانے کے لیے ہی استعمال کرنا ہے تو اسے زیادہ خوراک دینے کی کیا ضرورت ہے؟

جب کہ گھوڑے کی حالت یہ تھی کہ اپنی پیٹھ پر اپنے مالک احمد کمال کو بٹھا لیتا تھا اور وہ جہاں کہتا تھا، وہاں تک پہنچا دیتا تھا، لیکن دوڑ نہیں پاتا تھا۔ اسی دوران یہ خبر آئی کہ دشمن نے پھر ان کے ملک پر حملہ کر دیا ہے۔ سب جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ بادشاہ نے سپہ سالار احمد کمال کو حکم دیا کہ دشمنوں کی فوج کو ملک کی سرحد سے باہر ہی روکا جائے اور اس کا مقابلہ کیا جائے۔

احمد کمال میدانِ جنگ کی طرف چل پڑا۔ یہ محسوس کر کے اسے کوفت ہو رہی تھی کہ اس کے گھوڑے رخش کی رفتار سُست ہے اور وہ کم زوری کا شکار ہے۔ وہ میدان تک پہنچا تو معرکہ گرم تھا۔ جنگ زوروں پر تھی۔ احمد کمال کو اپنی فوج کو ترتیب دینے اور دشمن سے مقابلہ کرنے کی حکمتِ عملی طے کرنا تھی۔ کس کو کدھر سے حملہ کرنا ہے اور کس دستے کو پیچھے رہ کر فوج کی حفاظت کرنی ہے۔

وہ رخش کو دوڑا کر ایک مقام سے دوسرے مقام تک جلدی سے پہنچنا چاہتا تھا، لیکن گھوڑے کی سُست رفتاری کی بنا پر

وہ ایسا نہیں کر پا رہا تھا۔ گھوڑا مریل چال سے چل رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زیادہ چلے گا تو گر پڑے گا۔ لڑائی ایک ہی روز میں ختم ہو گئی اور شہر کے ایک بڑے حصے پر دشمن کا قبضہ ہو گیا، اس لیے کہ احمد کمال کی فوج جم کر نہ لڑ سکی اور اس نے اپنی حکمتِ عملی صحیح طور پر ترتیب نہیں دی تھی۔ فوج کے بہت سے سپاہی گرفتار ہو گئے۔

شام کو جب احمد کمال تھکا ہارا اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا تو اس کے چہرے پر ندامت اور پشیمانی تھی۔ گھر پہنچ کر اس نے گھوڑے کی پیٹھ سے زین اُتاری تو غصے سے کہا: ''آج تُو نے جس نکمے پن کا ثبوت دیا ہے، اس کے سبب میں جنگ ہار گیا ہوں۔ ہماری طاقت دشمن سے زیادہ تھی، لیکن تیری سُستی کی وجہ سے جنگ کا سارا نقشہ بدل گیا۔ اب میں کسی کو منھ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔''

گھوڑے نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اسے بولنے کی طاقت عطا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی۔

گھوڑے نے بالکل انسانوں کی طرح کہا: ''آپ ہی میری سُستی اور نکمے پن کی وجہ ہیں۔ پچھلی جنگ تک آپ نے مجھے خوب اچھا دانہ پانی دیا اور ایک سائیس سے میری مالش پابندی سے کرائی، جس سے میرا جسم توانا رہا۔ میں میدانِ جنگ میں آپ کے اشاروں پر خوب دوڑ دوڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا۔ میں نے آپ کو کوئی شکایت نہ ہونے دی، پھر جب جنگ ختم ہو گئی تو آپ نے مجھے بے کار جان کر میری طرف توجہ دینا بند کر دی۔ میرا دانہ پانی کم کر دیا۔ میرے جسم کی مالش نہیں کرائی اور سائس کو بھی چھٹی دے دی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں کم زور اور لاغر ہوتا چلا گیا۔ یوں سمجھیے کہ گھوڑے سے گدھا بن گیا۔ اس بار جب آپ مجھے جنگ میں ساتھ لے گئے تو میں پھرتی اور تیز رفتاری سے آپ کی احکام کی تعمیل نہ کر سکا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ جنگ ہار گئے۔ یہ تو آپ کو بخوبی معلوم ہوگا

کہ گدھے جنگ نہیں جیت سکتے۔"
احمد کمال شرمندگی سے کچھ نہ کہہ سکا اور اس نے سر جھکا لیا۔

یہ میرا شہر

مرسلہ: حمنا شاہد، کراچی

اے میرے پاک وطن!
تُو شاد رہے آباد سدا
کرتی ہوں یہی دعا
اے خالقِ کُل میرے مالک!
نہیں تجھ سے کوئی بڑا
کچھ تجھ سے نہیں چھپا
تُو جانتا ہے یہ شہر مرا
گہوارہ امن و محبت تھا
سب مل جل کر خوش رہتے تھے
نہ خوف کوئی ، نہ خطرہ تھا
کیا جانے کس کی نظر لگی
مرے شہر کا عالم بدل گیا
دہشت گردی ، خودکش حملے
اور خوں خرابا عام ہوا
اے خالقِ کُل میرے مالک!
تری نظرِ کرم سے ہوجائے
یہ شہر مرا پہلے جیسا
گہوارہ امن و محبت کا

اصلی محسن

محمد احمد نسیم، گجرات

علی ایک لائق طالب علم تھا۔ نویں جماعت اس نے اچھے نمبروں سے پاس کر لی، لیکن دسویں جماعت میں آ کر وہ کچھ پریشان اور الجھا ہوا رہنے لگا۔ اب اس کا پڑھائی میں دل نہ لگتا تھا، کیوں کہ اس کے بڑے بھائی جو ایک اعلا افسر تھے، انھوں نے نویں میں اَسی فی صد نمبروں پر بھی خوشی کا اظہار نہ کیا، بلکہ اُلٹا اسے ڈانٹا کہ اسے مزید محنت کرنی چاہیے تھی، اس لیے اس کے نمبر کم ہیں۔ ان باتوں کی وجہ سے علی کا دل ٹوٹ گیا۔ اب وہ دسویں جماعت میں آ چکا تھا، لیکن وہ ٹھیک طرح سے پڑھ نہ پاتا، کیوں کہ اسے ہر وقت یہ فکر رہتی کہ وہ اپنے بڑے بھائی کی خواہش کے

مطابق نمبر کیسے لے گا۔ وہ اسکول کے ٹیسٹ میں کم نمبر لینے لگا۔ سبق بھی اس کو یاد نہ رہتا۔ اب علی کا اسکول جانے کو بالکل جی نہ چاہتا۔ وہ اکثر اسکول سے غیر حاضر رہنے لگا۔ جب اساتذہ نے فون پر ساری بات اس کے بڑے بھائی کو بتائی تو وہ غصے میں آگئے اور علی سے کہا کہ اگر اس نے پڑھائی میں دل چسپی نہ لی تو وہ اس کو سخت سزا دیں گے، بلکہ انھوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر میٹرک میں اس کے نمبر اچھے نہ آئے تو وہ اس کو کھیتی باڑی میں لگا دیں گے۔ علی بے چارہ جو پہلے ہی ڈانٹ ڈپٹ کھا کر سہما ہوا تھا، اب جب اس نے اتنی سخت دھمکیاں سنیں تو وہ اور بھی پریشان ہوگیا۔ اب تو علی اپنے آپ کو خواب میں بھی ہل چلاتے ہوئے دیکھتا اور جھٹ سے آنکھیں کھول دیتا، پھر خدا کا شکر ادا کرتا کہ یہ خواب تھا۔

علی اب اور پریشان رہنے لگا۔ اب وہ پڑھنا چاہتا تو اس سے سبق یاد نہ ہوتا اور وہ ہر وقت بھائی کی مار کو یاد کرتا جو اس کا خراب نتیجہ آنے پر اسے پڑنے والی تھی۔

علی کے استادوں نے کسی طرح یہ بات بھانپ لی کہ علی کی پڑھائی سے بھاگنے کی وجہ کیا ہے۔ استاد علی کی پڑھائی کے بارے میں پریشان تھے اور پریشان کیوں نہ ہوتے علی کا شمار اسکول کے لائق طالب علموں میں ہوتا تھا۔ سر حمزہ جو علی کو کافی قریب سے جانتے تھے، انھوں نے علی کے بھائی سے بات کرنے کی ٹھانی۔

علی کے ابو تو اس وقت اس کو چھوڑ کر چلے گئے تھے، جب اس نے ابھی اسکول جانا شروع بھی نہیں کیا تھا۔ اس وجہ سے گھر کا سربراہ علی کا بڑا بھائی ہی تھا۔ علی کے ہمدرد استاد نے علی کے بھائی سے بات کی تو وہ کہنے لگے کہ میں تو علی کو اعلا مقام پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ ہی دیکھیں کہ اگر اس کے میٹرک میں اچھے نمبر نہ آئے تو اس کو کسی اچھے کالج میں داخلہ نہیں ملے گا۔

سر حمزہ نے کہا کہ بلاشبہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، لیکن آپ کے کہنے کا انداز غلط ہے۔ آپ علی کو پیار سے سمجھائیں تو وہ آپ کی بات کو سمجھ جائے گا۔ سر حمزہ کی

باتوں نے علی کے بھائی پر بہت اثر کیا۔ انھوں نے علی سے پیار سے بات کی تو اس کا سارا خوف جاتا رہا۔

اب علی پہلے سے بھی زیادہ اچھا پڑھ رہا تھا، کیوں کہ اس کے دماغ سے خوف نکل چکا تھا۔ میٹرک کے سالانہ امتحان میں علی نے اپنے بھائی کی خواہش سے بھی زیادہ نمبر حاصل کیے تو علی کے بھائی نے سر حمزہ کا شکریہ ادا کیا، کیوں کہ وہی ان کے اصلی محسن تھے۔

مغل سلطنت

محمد عدیل رشید، حیدرآباد

مغلیہ سلطنت اس وقت قائم ہوئی، جب ظہیر الدین بابر نے پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دی اور دہلی میں اپنی حکومت قائم کی۔ خاندانی اعتبار سے ظہیر الدین بابر منگول تھا۔ بابر کے والد کا نام عمر شیخ مرزا تھا، لیکن اس نے جس نئی حکومت کی بنیاد رکھی، اسے مغل سلطنت کہا جاتا ہے۔ مغل، منگول کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ بابر نے اس وقت سب سے بڑے ہندو راجا رانا سانگا کو بھی شکست دی۔

بابر زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا اور ۱۵۳۰ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ بابر کو کابل میں دفن کیا گیا۔ بابر کے بعد اس کا بیٹا نصیر الدین محمد ہمایوں تخت پر بیٹھا، مگر ہمایوں زیادہ عرصہ حکومت نہ کرسکا۔ اسے شیر شاہ سوری نے شکست دے کر جلاوطن کردیا۔ ہمایوں ایران چلا گیا۔ سوری خاندان کے بعد ہمایوں واپس آیا اور اپنی سلطنت دوبارہ قائم کی۔ ہمایوں کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین محمد اکبر تخت پر بیٹھا۔ اس نے جنوبی ایشیا میں مغل سلطنت کو مضبوط کیا۔ اکبر کے بعد اس کا بیٹا نور الدین محمد جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ نور الدین محمد جہانگیر کو شہزادہ سلیم کے نام سے بھی جانا جاتا تھا۔ جہانگیر کے بعد اس کا تیسرا بیٹا شاہ جہاں ۱۶۲۸ء میں تخت نشین ہوا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی قانون شریعت کی پیروی شروع کردی۔

لاہور کا شیش محل اور آگرہ میں تاج محل شاہ جہاں ہی نے بنوایا تھا۔ ۱۶۶۶ء

میں ۷۶ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ شاہ جہاں کے بعد اس کا بیٹا محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر بادشاہ بنا۔

یہ جلیل القدر بادشاہ بہت متقی اور پرہیز گار تھا۔ اورنگزیب عالمگیر کی حکومت تقریباً پورے جنوبی ایشیا پر پھیل گئی۔ اس وقت مغلیہ سلطنت پورے عروج پر تھی، مگر ۱۷۰۷ء میں اس کے انتقال کے بعد مغلیہ سلطنت کم زور ہونے لگی اور اکثر صوبے خود مختار ہوگئے۔ آخر ایک ایسا زمانہ بھی آیا کہ مغل بادشاہ کی حکومت صرف دہلی تک ہی محدود رہ گئی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو قید کرلیا اور مغل سلطنت ختم کردی۔ اس طرح مغلوں کی تین سو سالہ حکومت کا خاتمہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ہاتھوں ہوا۔

دوسرا راستہ

محمد علی بیگ، کراچی

''سیٹھ صاحب! مجھے صرف دو سو رپے دے دیجیے۔ آپ میری اُجرت میں سے کاٹ لیجیے گا۔ خدارا! مجھ غریب پر رحم کریں۔'' ناصر کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور اُس نے سیٹھ قمر الدین کا پاؤں پکڑ رکھا تھا۔

سیٹھ نے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا:

''تیری ماں مرتی ہے تو اُسے مرنے دو۔ تُو میری نظروں سے دور ہو جا۔ میں نوکروں کو کام پر کیا رکھوں، منحوس میرے سر پر چڑھ جاتے ہیں۔ میں تجھے نوکری سے نکالتا ہوں۔ مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔''

سیٹھ کے نوکر اُسے دھتکارتے اور دھکے مارتے ہوئے حویلی سے باہر نکالنے لگے۔ وہ بہت رو رہا تھا۔ آخر وہ اُسے باہر نکالنے میں کام یاب ہوگئے اور حویلی کا دروازہ بند کرلیا۔

ماں کے لیے دوا کے پیسے کہاں سے لاؤں۔ یہ سوچ کر اُس کا دس سالہ معصوم سا ذہن پھٹنے لگا۔ اُس نے اپنے چاروں چچاؤں سے مدد مانگی، مگر اُسے یہی جواب ملا: ''ہم لوگ خود مشکل حالات سے دوچار ہیں۔'' ان سب نے تنگ دستی کا بہانہ بنایا۔

اب اُس کے پاس صرف ایک ہی راستہ بچا تھا۔ وقت کم تھا۔ وہ جلدی جلدی سیٹھ صاحب کی حویلی کے پاس پہنچا۔ جیسے تیسے کر کے اُس نے دیوار پھلانگ لی۔ حویلی کا خفیہ راستہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا۔ وہ حویلی میں گزشتہ چار مہینوں سے کام کر رہا تھا، اسی لیے وہ حویلی کے تمام راستے جانتا تھا۔

تقریباً دس منٹ بعد وہ سیٹھ صاحب کے بیٹے نادر کے کمرے میں موجود تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ نادر کے پاس سونے کی گھڑی ہے جو اُس کے نانا نے اُسے تحفے کے طور پر دی تھی۔ اُس نے پہلے درازیں وغیرہ کھنگال ڈالیں، پھر وہ الماری کی جانب بڑھا۔ اُس کو گھڑی مل گئی۔ اسی وقت نادر کمرے میں آیا اور اُس نے ناصر کو کمرے میں اپنی گھڑی لیتے ہوئے دیکھ لیا۔ اُس نے شور مچا دیا اور ناصر کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

پولیس والوں نے بھی ناصر کے اوپر رحم نہیں کیا اور اُسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے قید کر دیا۔ ناصر نے ماں کو دیکھنے اور اُس کا علاج کروانے کی درخواست کی، جسے پولیس والوں نے قبول کر لیا۔

جب ناصر اپنی جھونپڑی نما مکان میں واپس آیا تو اُس نے اپنی ماں کی لاش زمین پر پڑی دیکھی۔ اُس نے ایک چیخ ماری اور اپنی ماں کے اوپر گر کر وہ بھی ابدی نیند سو گیا۔ ☆

نظمیں بھیجنے والے

نظمیں بھیجنے والے نونہال یہ وضاحت کر دیا کریں کہ نظم انھوں نے خود لکھی ہے تو پہلے اپنے استاد یا کسی شاعر کو دکھا کر ضرورت کے مطابق اصلاح و درستی کرا لیں۔

نظم اگر کسی دوسرے شاعر کی ہے تو شاعر کا نام ضرور لکھیے۔ اس صورت میں ہم شاعر کے نام کے ساتھ، نونہال کے نام سے پہلے ''پسند'' کا اضافہ کر دیں گے۔

بیت بازی

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

شاعر: امیر مینائی پسند:

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

شاعر: علامہ اقبال پسند: محمد سلمان بروہی، ٹنڈو جام

حاصل کرو علم ، طبع کو تیز کرو
باتیں جو ہیں بُری ، ان سے پرہیز کرو

شاعر: اکبر الٰہ آبادی پسند: محمد تابش حسین، کراچی

میں اس کو کعبہ و بت خانہ میں کیوں ڈھونڈنے نکلوں
مرے ٹوٹے ہوئے دل ہی کے اندر ہے قیام اس کا

شاعر: مولانا ظفر علی خاں پسند: ہما خلیل، نارتھ ناظم آباد

جب تک میں زندہ ہوں ، اسے چین نہیں
یہ سوچ کے دشمن پہ ترس آتا ہے

شاعر: جوش ملیح آبادی پسند: وقاص فرید قریشی، ملتان

ان سے کچھ کہہ تو رہا ہوں ، مگر اللہ کرے
وہ بھی مفہوم نہ سمجھیں مرے افسانے کا

شاعر: شکیل بدایونی پسند: کرن حبیب، لاڑکانہ

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

شاعر: خاطر غزنوی پسند: محمد زیرک شکیب، کراچی

جو گزاری نہ جاسکی ہم سے
ہم نے وہ زندگی گزاری ہے

شاعر: جون ایلیا پسند: عابد علی، فیصل آباد

دل تو میرا اُداس ہے ناصر
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

شاعر: ناصر کاظمی پسند: محمد شعیب مصطفیٰ، سرگودھا

بہارِ نو بھی انھیں پھر سجا نہیں سکتی
بکھر گئی ہیں جو پھولوں کی پتیاں لوگو!

شاعر: شکیب جلالی پسند: قاسم رحمان، تربت

پرندے بھی تو تنکے جوڑتے ہیں
بنایا کب کسی نے گھر اچانک

شاعر: جاوید منظر پسند: عالیہ نثار، جھنگ

وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں بھی تھیں
اچھا کیا جو مجھ کو فراموش کردیا

شاعر: م حسن لطیفی پسند: دوست محمد، حیدرآباد

کس قدر ہوگئی مصروف یہ دنیا اپنی
ایک دن ٹھیرے تو مہمان بُرا لگتا ہے

شاعر: منظر بھوپالی پسند: قراۃ العین عباسی، اورنگی ٹاؤن

پھول تو پھول ہیں ، اس دورِ ہوس میں قابل
لوگ کانٹوں کو بھی چن لیتے ہیں ویرانے میں

شاعرہ: قابل اجمیری پسند: محمد جعفر، گروٹ

مسکراتی لکیریں

ٹیچر: ''بچو! آپ میں سے کس کو بجلی کے بارے میں زیادہ معلوم ہے؟''

شاگرد: ''مس! بجلی بار بار جاتی ہے، بجلی کا بل زیادہ آتا ہے۔''

ماچس کی تیلیوں سے تیار بحری جہاز

ملازمت سے ریٹائرڈ بعض لوگ کتابیں پڑھ کر یا پھر گھر میں آرام کرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں۔ کچھ لوگ عمر کے اس حصے میں بھی کئی تخلیقی کام سرانجام دیتے ہیں۔ اس کی ایک بہترین مثال برطانوی شخص رینالڈ ڈیوڈ ہے، جس نے ملازمت سے سبک دوش ہونے کے بعد دس سال ایک ہی کام میں صرف کر دیے۔ رینالڈ ڈیوڈ نے ڈھائی لاکھ ماچس کی تیلیوں کی مدد سے دنیا کے مشہور بحری جہازوں کے بیس ماڈل تیار کیے ہیں، جنھیں گوند کی مدد سے جوڑا گیا ہے۔

ان ماڈلز میں ٹائی ٹینک اور مشہور برطانوی جنگی جہاز کوئین میری سمیت بیس تاریخی بحری جہاز شامل ہیں۔ ایک بحری جہاز کی تیاری میں چار سو برطانوی پاؤنڈ لاگت آئی ہے۔ رینالڈ کا کہنا ہے کہ میں نے ان جہازوں کو ان کی شان دار تاریخی اہمیت کی وجہ سے تیار کرنے کے لیے چنا ہے۔

کچھ جہاز ایسے بھی ہیں، جن سے مجھے خاص لگاؤ ہے۔ میں نے انھیں ماچس کی تیلیوں سے تیار کرنا مناسب خیال کیا۔ رینالڈ کہتے ہیں کہ میرے والد نے کوئین میری نامی جہاز پر کافی عرصے کام کیا تھا، اس لیے اس سے مجھے بہت محبت تھی۔ میں اپنی اس خدمت کو

اپنے شہر کے ورثے کے طور پر محفوظ رکھنے کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں اور لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ جو لوگ سمندروں میں کسی نہ کسی طرح کا کام کرتے ہیں، ان کی زندگی خطرات سے گھری ہوتی ہے، مگر وہ ہمت اور لگن کی بنا پر بے خوف ہو کر کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ میں نے ماچس کی تیلیوں کو جہازوں کی شکل میں ڈھالنے کے لیے پرانی تاریخی تصویروں سے مدد لی
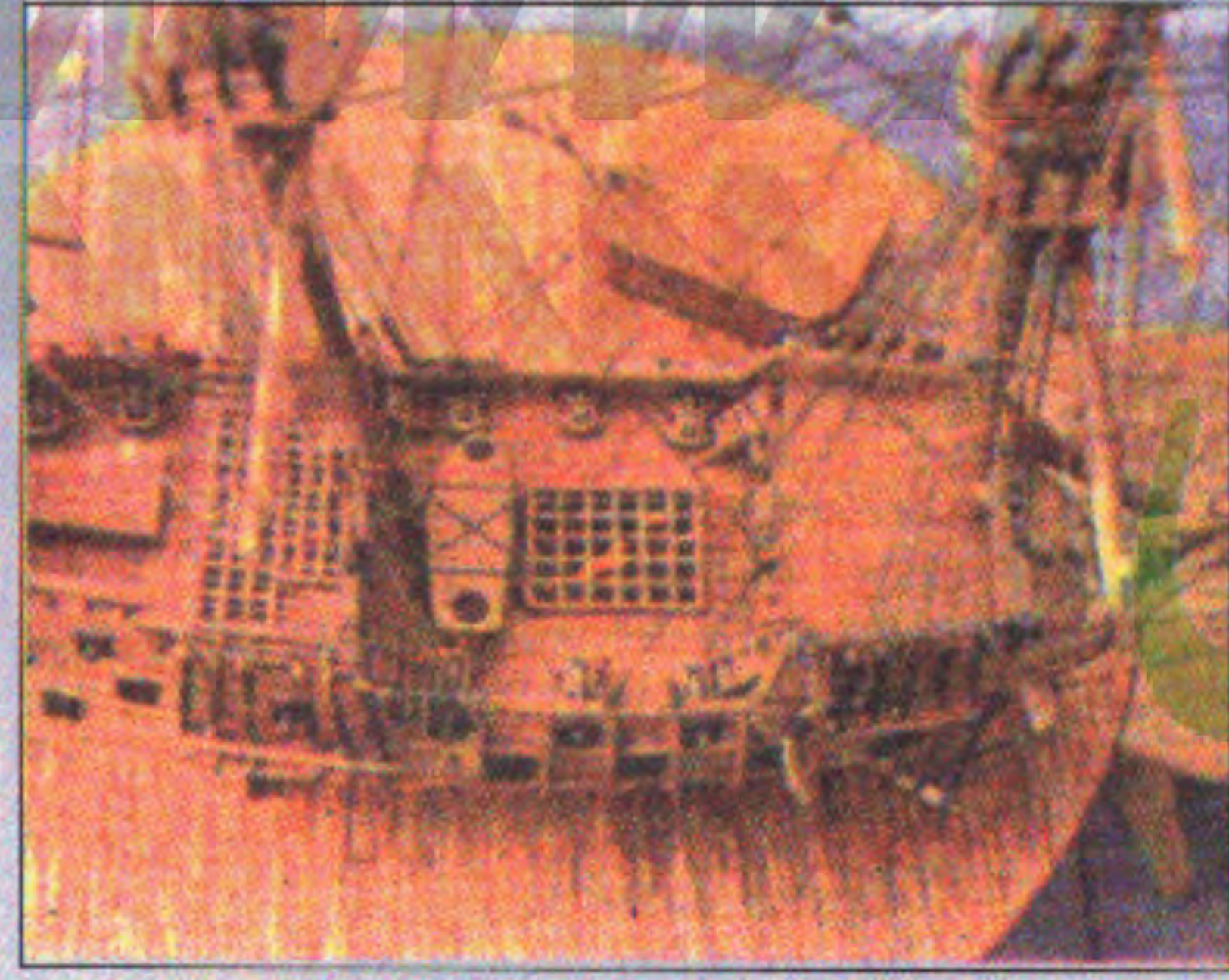
اور ان کے ایک ایک زاویے پر غور کیا، تاکہ میں اس کو زیادہ بہتر طریقے سے بنا سکوں۔ ہر بحری جہاز اپنے مستول سمیت دو فیٹ لمبا اور چوڑا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بحری جہاز بنانے کے لیے کسی عجائب گھر سے پرانے تاریخی ماڈل نہیں خریدے، کیوں کہ یہ بہت مہنگے ہوتے ہیں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویروں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بحری جہاز تیار کیے ہیں۔

☆

کڑک مل کے کارنامے

سید علی اسد

کڑک مل ایک عجیب قسم کے سرپھرے انسان تھے۔ اتفاق سے چند واقعات ایسے ہوگئے کہ لوگوں نے انھیں بہادر سمجھنا شروع کر دیا۔ ان کی خوب تعریف کرنے لگے۔ اس ملک کا بادشاہ بھی ان سے بہت خوش تھا۔ ایک روز بادشاہ نے ان کو بلوایا۔ کڑک مل محل میں پہنچے تو ان کو دیکھتے ہی بادشاہ نے کہا: ''کڑک مل! ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمیں ڈاکوؤں کا ایک بڑا گروہ شہر کے اندر داخل ہوگیا ہے۔ یہ لوگ آئے دن ڈاکے ڈالتے پھرتے ہیں۔ ہماری رعایا سخت پریشان ہو رہی ہے۔ تم فوراً ان ڈاکوؤں کا کوئی مناسب بندوبست کرو۔''

کڑک مل ویسے تو اپنے آپ کو بڑا بہادر سمجھتے تھے، مگر دراصل بہت بزدل اور

بے وقوف انسان تھے۔ بادشاہ کا حکم سنتے ہی ان کا دل لرز اُٹھا، مگر انھوں نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا: ''حضور! آپ قطعی فکر نہ کریں۔ میں بہت جلد ان تمام ڈاکوؤں کو ٹھکانے لگا دوں گا۔''

یہ کہہ کر کڑک مل اپنے گھر واپس لوٹ آئے، مگر وہ تھے بہت پریشان۔ جتنا وہ ان ڈاکوؤں کے بارے میں سوچتے گئے، اتنا ہی وہ پریشان ہوتے گئے۔ ان کی بیوی نے ان کی یہ حالت دیکھی تو پوچھنے لگی کہ کیا بات ہے؟ کڑک مل نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ڈاکوؤں کا ذکر سن کر بیوی بھی پریشان ہوگئی۔ اسے بھی یہ بات معلوم تھی کہ کڑک مل صرف نام کے بہادر ہیں۔ دونوں نے یہ طے کیا کہ اب بہتر یہی ہوگا کہ یہاں سے کہیں بھاگ چلیں۔

چناں چہ دونوں میاں بیوی سفر کا سامان تیار کرنے لگے۔ بیوی نے جلدی سے ایک پتیلی چولھے پر چڑھا دی اور پنیڈیاں بنانے کے لیے اس میں میدہ، شکر اور گھی وغیرہ ڈال کر گھوٹنے لگی۔ باورچی خانے کی چھت لکڑی کی بنی ہوئی تھی اور اس کی میلی کچیلی بلّیوں کے اندر ایک زہریلا سانپ چھپا ہوا بیٹھا تھا۔ چولھے کی آنچ لگی تو سانپ نیچے پتیلی میں آگرا۔ باورچی خانے میں روشنی بہت مدھم تھی، اس لیے کڑک مل کی بیوی سانپ کو پتیلی میں گرتے ہوئے نہ دیکھ سکی اور وہ اسی طرح سے پتیلی کے اندر کفگیر گھماتی رہی۔ سانپ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور وہ بھی میدے میں خوب اچھی طرح سے شامل ہوگیا۔ جب کڑک مل کی بیوی پکا چکی تو اس نے اس کی پنیڈیاں بنانی شروع کیں۔ تیس پنیڈیاں تیار ہوگئیں۔ کڑک مل نے ایک جھولی میں یہ پنیڈیاں رکھ لیں اور ایک ہلکا سا بستر اور ایک صندوق لے کر یہ دونوں میاں بیوی گھر سے چل دیے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یہ دونوں تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ کافی دور جانے کے بعد ایک جگہ پر انھوں نے دیکھا کہ بہت سے آدمی جمع ہیں اور ایک پالکی بھی رکھی ہوئی ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی برات جا رہی

ہو۔ کڑک مل اور اس کی بیوی جب ان لوگوں کے قریب پہنچے تو ایک آدمی نے ان کا راستہ روک لیا اور ڈانٹ کر پوچھنے لگا: ''تم کون ہو اور اتنی رات گئے کہاں جا رہے ہو؟''

کڑک مل نے نہایت عاجزی سے کہا: ''حضور! ہم لوگ غریب مسافر ہیں۔''

اس پر وہ آدمی بولا: ''یہ تمھاری جھولی میں کیا ہے؟''

کڑک مل نے کہا: ''حضور! اس میں تو چند پنیڈیاں ہیں۔''

یہ سنتے ہی اس آدمی نے لپک کر جھولی چھین لی اور ایک ایک پنیڈی اپنے تمام ساتھیوں کو دے دی۔ یہ لوگ وہی تیس ڈاکو تھے، جن کے بارے میں بادشاہ نے کڑک مل سے کہا تھا۔ اس وقت یہ ڈاکو ایک برات کو لوٹ کر یہاں آرام کر رہے تھے۔ پالکی میں بے چاری دلھن بیٹھی ہوئی تھی، جسے یہ ڈاکو زبردستی اٹھا لائے تھے۔ کڑک مل کو ان تمام باتوں کا قطعی علم نہ تھا۔ پنیڈیاں لینے کے بعد ڈاکوؤں کے سردار نے کڑک مل سے کہا: ''تم

دونوں اسی جگہ چپ چاپ بیٹھ جاؤ اور جب تک ہم اجازت نہ دیں، ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا۔"

بے چارے کڑک مل اور اس کی بیوی ڈر کر چپ چاپ زمین پر بیٹھ گئے اور ان ڈاکوؤں نے وہ پنیڈیاں کھانی شروع کیں، مگر جونہی جس کسی نے بھی پنیڈیوں پر منھ مارا، وہ اسی جگہ پر اسی حالت میں اکڑ کر رہ گیا۔ جو کھڑا ہوا تھا، وہ کھڑا رہ گیا اور جو بیٹھا تھا، وہ بیٹھا رہ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سانپ ان پنیڈیوں میں بھرتا بن کر مل گیا تھا، لہٰذا اس کے زہر نے اپنا اثر دکھایا اور جس جس نے پنیڈیاں کھائیں، وہ جوں کا توں اسی جگہ پر زہر سے مر گیا۔ کڑک مل وہیں دبکے دیکھتے رہے۔ وہ یہ سمجھے کہ لوگ کچھ دیر بعد ہلیں گے، لیکن جب بہت دیر ہوگئی اور ڈاکوؤں میں سے ایک بھی نہ ہلا تو کڑک مل ڈرتے ڈرتے اٹھے اور ایک ڈاکو کے پاس جا کر بولے: "حضور! اب ہم لوگوں کو جانے دیجیے۔"

جب کوئی جواب نہ ملا تو کڑک مل نے گڑگڑا کر ایک ڈاکو کے قدموں کو پکڑ لیا، مگر کڑک مل نے جونہی ڈاکوؤں کو چھوا تو ڈاکو دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ یہ دیکھ کر کڑک مل سہم گئے۔ وہ دوسرے ڈاکو کے پاس پہنچے اور اسے چھوا۔ وہ بھی اسی طرح ڈھیر ہو گیا۔ اب تو کڑک مل کو شک ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہ لوگ وہی ڈاکو ہیں، جن کے بارے میں بادشاہ نے کہا تھا۔ انھوں نے اپنے خیال کی تائید کے لیے پالکی کے کہاروں سے پوچھا۔ کہاروں نے فوراً بتا دیا کہ یہ وہی ڈاکو ہیں، جنھوں نے سارے شہر میں تہلکا مچا رکھا ہے۔ یہ سن کر کڑک مل نے اپنی جیب سے چاقو نکالا اور تمام ڈاکوؤں کے کان کاٹ لیے اور ان کا ایک ہار بنا لیا۔ پھر انھوں نے کہاروں سے کہا کہ پالکی اٹھا کر میرے ساتھ چلو۔ کہار، دلھن کی پالکی اُٹھا کر اور تمام جہیز لے کر کڑک مل کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ ڈاکوؤں کی لاشیں وہیں پڑی رہیں۔

گھر پہنچ کر کڑک مل نے اپنی بیوی کو تو گھر پر چھوڑا اور دلھن کو لے کر اس کے

والدین کے گھر پہنچے۔ دلھن کے والدین کڑک مل کے بے حد ممنون ہوئے۔ اس کے بعد کڑک مل اپنے گھر واپس آئے اور اطمینان سے سو گئے۔

دوسرے روز صبح تڑکے بادشاہ کے سپاہی کڑک مل کے دروازے پر آ کر آوازیں لگانے لگے۔

کڑک مل نے اندر ہی سے جواب دیا: "یہ کیا شور مچا رکھا ہے تم لوگوں نے؟ مجھ کو سونے بھی نہیں دیتے۔"

اس پر سپاہی بولے: "بادشاہ سلامت نے پوچھا ہے کہ ان ڈاکوؤں کے بارے میں آپ نے کیا کیا؟"

کڑک مل اکڑ کر باہر نکلے اور اپنے ساتھ ڈاکوؤں کے کانوں کا ہار لیتے گئے اور بولے: "لو، یہ ہار بادشاہ سلامت کو دے دو۔ ان سے کہہ دینا کہ سارے ڈاکو شہر پناہ کے پھاٹک کے قریب سڑک پر مرے پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کا خاتمہ کر دیا ہے اور یہ ان کے کان کاٹ کر آپ کو روانہ کر رہا ہوں۔"

سپاہی کانوں کا ہار لے کر بادشاہ کے پاس پہنچے اور تمام باتیں بتا دیں۔ بادشاہ کو اعتبار نہ آیا۔ چناں چہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے سپاہیوں کے ساتھ شہر پناہ کے پھاٹک کے پاس پہنچا۔ وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ واقعی تمیں ڈاکوؤں کی لاشیں سڑک پر پڑی ہوئی ہیں اور ہر ایک کے کان کٹے ہوئے ہیں۔ اب تو بادشاہ بڑا خوش ہوا۔

کچھ دیر کے بعد کڑک مل بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کو سلام کیا۔ کڑک مل کو دیکھتے ہی بادشاہ خوش ہو کر کھڑا ہو گیا اور کڑک مل کو گلے سے لگاتے ہوئے کہنے لگا: "کڑک مل! واقعی تم بڑے بہادر آدمی ہو، جو اکیلے ہی تم نے تمیں ڈاکوؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تم تو تمیں مار خاں نکلے۔"

کڑک مل نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور انعام لے کر اپنے گھر لوٹ آئے۔

بہت دن تک زندگی بڑے آرام سے گزرتی رہی۔ ایک روز جب کڑک مل بادشاہ کے پاس پہنچے تو بادشاہ کو بے حد پریشان پایا۔ کڑک مل نے سلام کر کے پوچھا: ''جہاں پناہ! کیا نصیبِ دشمناں آج طبیعت کچھ ناساز ہے، جو آپ اس قدر مضمحل نظر آ رہے ہیں؟''

یہ سن کر بادشاہ نے کہا: ''کڑک مل! کیا بتاؤں۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ایک دور دراز کے ملک کا بادشاہ اپنی فوج لے کر میرے ملک پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ میرے جاسوسوں نے بتایا ہے کہ اس بادشاہ کی فوج اتنی زبردست ہے کہ ہماری فوج اس کے سامنے زیادہ دیر نہ ٹھیر سکے گی۔''

کڑک مل اس وقت تک اتنے کارنامے انجام دے چکے تھے کہ انھیں خود اپنی بہادری کا یقین ہو گیا تھا اور اپنی خوش قسمتی پر بھی ناز ہو گیا تھا۔ انھوں نے کہا: ''حضور! آپ اتنے فکر مند نہ ہوں، اللہ نے چاہا تو میں اس دشمن کی فوج کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ میں ابھی جاتا ہوں اور دشمن کی فوج کے سپہ سالار سے بات کرتا ہوں۔''

کڑک مل کے ان الفاظ سے بادشاہ کو بڑی تسلی ہوئی۔ اس نے کہا: ''کڑک مل! تم میرے ساتھ شاہی اصطبل چلو اور اپنی پسند کا گھوڑا چن لو اور اسی پر بیٹھ کر روانہ ہو جاؤ۔''

یہ کہہ کر بادشاہ کڑک مل کو اپنے شاہی اصطبل میں لے گیا۔ مزے کی بات یہ تھی کہ کڑک مل کو گھوڑے پر چڑھنا ہی نہیں آتا تھا۔ اصطبل میں پہنچ کر کڑک مل کو یہ فکر ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اصطبل میں طرح طرح کے گھوڑے کھڑے ہوئے تھے۔ خاص بادشاہ کی سواری کا جو گھوڑا تھا، وہ اپنی ایک ٹانگ ذرا سی اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔

کڑک مل نے جب اس کو دیکھا تو سوچا کہ یہ گھوڑا شاید لنگڑا ہے۔ کڑک مل نے

اسی گھوڑے کی طرف اشارہ کر دیا اور اپنے دل میں سوچنے لگے کہ یہ لنگڑا گھوڑا تو تیز نہیں دوڑ سکے گا، اس لیے مجھے کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ ادھر بادشاہ نے جب یہ دیکھا تو دل میں سوچنے لگا کہ یہ کڑک مل واقعی بڑا ہوشیار ہے، جبھی تو اس نے خاص میری سواری کے گھوڑے کو پسند کیا ہے۔ بہر حال بادشاہ نے سائیس کو حکم دیا اور اس گھوڑے پر زین اور لگام کس دی گئی۔ کڑک مل کو گھوڑے کی سواری تو آتی نہ تھی، لہٰذا انھوں نے ایک ترکیب نکالی۔ بادشاہ سے کہا کہ حضور! آپ مجھے اس گھوڑے پر بیٹھا کر اچھی طرح سے رسیوں سے اس کی پیٹھ پر بندھوا دیں، کیوں کہ میں جس قسم کا حملہ کرنے والا ہوں اس کے لیے یہ کام نہایت ضروری ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا مگر وہ سمجھا کہ شاید کڑک مل کسی انوکھے انداز سے حملہ کرنے والا ہے۔ کڑک مل کو کئی آدمیوں نے مل کر گھوڑے پر بٹھا دیا اور اس کے بعد موٹے موٹے رسوں سے انھیں گھوڑے کی پیٹھ پر خوب کس کر باندھ دیا۔ گھوڑا بھی یہ تماشا دیکھتا رہا، مگر چوں کہ وہ شاہی سواری کا گھوڑا تھا، لہٰذا خاموشی سے ہر بات کو برداشت کرتا رہا۔ اس کے بعد کڑک مل نے سائیس سے کہا کہ اب گھوڑے کو ایک چابک مارو۔ سائیس نے گھوڑے کے ایک چابک مارا۔ چابک کا لگنا تھا کہ گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ کڑک مل رسیوں سے جکڑے ہوئے نہ ہوتے تو فوراً گر پڑتے۔ چشمِ زدن میں کڑک مل اور گھوڑا، بادشاہ اور اس کے مصاحبین کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ کڑک مل گھوڑے کی پیٹھ پر تو بیٹھے ہوئے تھے، مگر ان کی حالت نہایت خراب ہو رہی تھی۔ ڈر کے مارے ان کا برا حال ہو رہا تھا۔ کئی بار انھوں نے ایڑ مار کر گھوڑے کو روکنا چاہا، مگر ایڑ لگنے سے گھوڑا اور تیز ہو گیا۔ کئی میل کی مسافت آناً فاناً طے ہو گئی۔ اتفاق سے گھوڑا اب ایک ایسی جگہ سے گزر رہا تھا جس کے دونوں طرف درخت لگے ہوئے تھے۔ کڑک مل نے ڈر کے مارے ایک درخت کی موٹی سی شاخ کو بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا، مگر گھوڑا اتنا سرپٹ

جارہا تھا کہ وہ درخت بھی جڑ سے اکھڑ گیا۔ ایک عجیب اور بھیانک منظر سامنے تھا۔ کڑک مل رسیوں سے جکڑا ہوا گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے تھے اور اپنے ہاتھوں سے ایک بڑا سا درخت پکڑے ہوئے تھا۔ گھوڑا تیزی سے بھاگتا چلا جارہا تھا اور درخت بھی ان کے ساتھ ساتھ کھڑکھڑاتا ہوا چلا جارہا تھا۔ اسی ہولناک صورت میں کڑک مل دشمن کی فوج کے سامنے پہنچ گیا۔ دشمن کی فوج قطاریں بنائے ہوئے کھڑی تھی، گھوڑے کو رکنا پڑا۔ دشمن کی فوج کا سپہ سالار، کڑک مل کو اس حالت میں دیکھ کر بے حد حیران ہوا۔ آگے بڑھ کر اس نے کڑک مل کو سلام کیا اور پوچھنے لگا: ''جناب والا! آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟''

اس پر کڑک مل نے اکڑ کر جواب دیا: ''میں اپنے بادشاہ کی طرف سے تم کو یہ پیغام سنانے آیا ہوں کہ تم فوراً اپنی فوج کو لے کر یہاں سے واپس لوٹ جاؤ، ورنہ تمھاری خیر نہیں۔ شاید تم کو معلوم نہیں کہ میری ہی طرح کے ہزاروں گھڑسوار اسی ہولناک انداز میں درختوں کو جڑوں سے اکھاڑے میرے پیچھے پیچھے چلے آرہے ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ آگے بڑھ کر تم کو پہلے تنبیہ کردوں، تاکہ مفت میں انسانوں کا خون نہ بہے۔''

سپہ سالار نے جب یہ سنا تو وہ بڑا گھبرایا۔ وہ سمجھا کہ شاید یہ جنوں کی بستی ہے، جس کے گھڑسوار گھوڑوں پر رسیوں سے جکڑے ہوئے رہتے ہیں اور اپنے ساتھ درختوں کو بھی اکھاڑ کر لے کر چلتے ہیں۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ ایسی فوج سے لڑنا تو سراسر حماقت ہی ہوگی، کیوں کہ ان سے جیتنا تو ناممکن ہوگا۔

اس نے بڑے ادب سے کہا: ''حضور والا! ہم لوگ اسی وقت یہاں سے واپس ہو جاتے ہیں۔ آپ اپنے بادشاہ سلامت کو ہماری طرف سے سلام کہیے اور کہہ دیجیے کہ ہم کو خبر نہ تھی کہ آپ کی فوج اس قسم کی ہے، ورنہ ہم کبھی ایسی جرات نہ کرتے۔''

اس کے بعد سپہ سالار نے کڑک مل کو طرح طرح کے تحفے تحائف دیے اور

بادشاہ کے لیے نذرانہ پیش کیا۔ پھر وہ اپنی فوج کو لے کر واپس لوٹ گیا۔ کڑک مل خوش خوش اپنے شہر کی طرف واپس ہوئے۔ بادشاہ اور سب لوگ اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے کڑک مل کو تحفے تحائف سے لدا پھندا دیکھا تو بے حد حیران ہوئے۔ بادشاہ نے پوچھا: ''کہو کڑک مل! کیا ہوا؟''

اس پر کڑک مل نے نہایت فخر سے جواب دیا: ''جہاں پناہ کا اقبال بلند ہو۔ میں نے پہنچتے ہی دشمن کی فوج کے سپہ سالار کو اس بری طرح سے ڈانٹا کہ وہ گھبرا گیا اور معافی مانگتا ہوا اپنے ملک واپس لوٹ گیا۔ جاتے وقت آپ کے لیے یہ نذرانے دے گیا ہے اور معافی کی التجا کر گیا ہے۔''

یہ سن کر بادشاہ بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا: ''کڑک مل! آج تم نے جس طرح سے ہماری سلطنت کی حفاظت کی ہے، میں اس کے صلے میں تم کو اپنا وزیر بناتا ہوں۔''

اس کے بعد بادشاہ نے کڑک مل کو بہت سے ہیرے جواہرات انعام میں دیے اور کڑک مل اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ☆

بے ساختہ

ایک انگریز جج نے قائداعظم سے کہا: ''مسٹر جناح! بحث سنتے سنتے جب میں ہاتھ کھڑا کروں تو آپ رک جائیں اور جب میں ہاتھ نیچے کروں تو آپ پھر سے بولنا شروع کر سکتے ہیں۔''

قائد نے بے ساختہ جواب دیا: ''جناب والا! نہ آپ کا ہاتھ ریلوے سگنل ہے اور نہ میں ریلوے کا انجن ہوں کہ جب سگنل اُپ ہو تو رک جاؤں۔''

جج اس برجستہ جواب سے کھسیانا ہو گیا۔

مرسلہ: محمد علی خان، لاہور

اسٹیشن ماسٹرنی

عبداللہ طارق سہیل

جاپانی محاورہ ہے کہ وہ ضرورت پڑنے پر بلی سے بھی مدد مانگ سکتے ہیں۔ یہ محاورہ انھوں نے سچ بھی کر دکھایا ہے۔ جاپان میں بہت سی برانچ ریلوے لائنیں ہیں جنھیں نجی شعبہ چلاتا ہے۔ ایسی ہی ایک ریلوے لائن ''واکایاما الیکٹرک ریلوے'' ہے، جس کی لمبائی تقریباً ۱۴-کلومیٹر ہے۔ اس لائن پر دس ریلوے اسٹیشن ہیں۔ ان میں سے ایک ریلوے اسٹیشن ''کیشی'' پر اسٹیشن ماسٹر کوئی آدمی نہیں، ایک نو سالہ بلی ہے۔ اسے باقاعدہ تقرر نامہ جاری کیا گیا ہے۔ وہ اسٹیشن ماسٹر کا یونی فارم تو نہیں پہنتی، لیکن یونی فارم کا ہیٹ اس کے سر پر مستقل رکھا رہتا ہے۔ وہ روز باقاعدگی سے اپنے دفتر آتی ہے اور تین وقت کا کھانا جو اس کے تقرر نامے میں تنخواہ کے بدلے درج ہے، کھاتی ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ یہ ریلوے لائن مسلسل خسارے میں جا رہی تھی۔ اس روٹ کے مسافر ٹرین کے بجائے بسوں پر سفر کرتے تھے۔ خسارے سے نمٹنے کے لیے کمپنی نے کئی ملازم فارغ کر دیے۔ فارغ کیے جانے والوں میں کیشی کا اسٹیشن ماسٹر بھی تھا۔ یہ بلی اس اسٹیشن پر آتی جاتی رہتی تھی۔ حکام کو جانے کیا سوجھی کہ اسے ''اسٹیشن ماسٹر'' بنانے کا اعلان کر دیا اور اس کے ساتھ ہی کمپنی کی قسمت کھل گئی۔ مسافر محض اس بلی کو دیکھنے کے لیے اس کمپنی کی ٹرینوں پر سفر کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے بلی کو ''قومی اسٹار'' کا مقام حاصل ہو گیا۔ اب ٹرین کے مسافروں کی تعداد میں سترہ فی صد اضافہ ہو گیا ہے۔ خسارے کے بجائے کمپنی منافع میں جا رہی ہے۔ کمپنی نے اس کارکردگی کی بنیاد پر بلی کو ''سپر اسٹیشن ماسٹر'' کے عہدے پر ترقی دے دی ہے، البتہ تنخواہ میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا، کیوں کہ ہر جانور کا ایک ہی پیٹ ہوتا ہے، بھر گیا سو بھر گیا۔

کمپنی کے کاغذات میں ٹومانامی اس بلی کو ''واحد خاتون ملازم'' قرار دیا گیا ہے۔ فرانسیسی فلم ساز اور ہدایت کار مرہام تونی لوتو نے اس بلی پر ایک دستاویزی فلم بھی بنائی ہے۔ ☆

آپ پر سلامتی ہو!

الطاف حسین

دنیا کے ہر مذہب میں سلام کرنے کا الگ طریقہ ہے یعنی ہر مذہب کے ماننے والے ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو اپنے مخصوص طریقے سے سلام کرتے ہیں۔ کسی مذہب میں دونوں ہاتھ جوڑ کر سلام کیا جاتا ہے۔ کسی مذہب کے ماننے والے آپس میں ملاقات کرتے وقت ہاتھ سینے پر رکھ کر جھک جاتے ہیں اور کسی مذہب میں صرف انگلیوں کے اشارے سے سلام کیا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ ہر مذہب میں سلام کرنے کے الگ الگ طریقے رائج ہیں، لیکن ہمارے دین اسلام نے ایک دوسرے کو سلام کرنے کا بہترین اور قابلِ رشک طریقہ سکھایا ہے، جو سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ بامعنی بھی ہے۔ ایسا اچھا طریقہ دنیا کے کسی مذہب میں موجود نہیں۔

سلام ایک ایسا ذریعہ ہے، جس سے آپ دوسرے مسلمان سے رابطہ کرتے ہیں۔ سلام کرنے کے طریقے سے سلام کرنے والے کی شناخت ہو جاتی ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اس کا تعلق دنیا کے بہترین مذہب اسلام سے ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتے، جب تک مومن نہ بن جاؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے، جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں وہ تدبیر نہ بتا دوں، جس پر عمل کر کے تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟''

صحابہ کرام نے عرض کیا: ''ارشاد فرمائیے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپس میں سلام پھیلاؤ۔'' (یعنی ایک دوسرے کو سلام کیا کرو)

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب تم ایک دوسرے سے ملاقات کرو تو کہو: ''آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔''

اور دوسرا جواب میں کہے: ''آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔''

جب ہم ایک دوسرے کو یہ دعا دیتے ہیں کہ آپ پر سلامتی ہو یا آپ سلامت رہیں تو ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عزت و آبرو، جان و مال، دین و دنیا کی سلامتی عطا فرمائے اور

پریشانیوں، مصیبتوں اور تکلیفوں سے بچائے رکھے۔ سلامتی کی دعا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اپنے دل میں نیک خواہشات رکھتے ہیں۔

جب دو مسلمان ملاقات کے وقت آپس میں ان پُر خلوص دعاؤں کا خوش گوار تبادلہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے محبت پیدا ہوتی ہے جو نفرت کو ان کے قریب نہیں آنے دیتی، جس کے نتیجے میں معاشرے میں بھی محبت اور امن کی فضا قائم ہوتی ہے جو زندگی کو پُر سکون بنا دیتی ہے۔

صبح جاگنے کے بعد اپنے گھر والوں کو لازماً سلام کریں۔ آپ کا دن بہت اچھا گزرے گا۔ اسی طرح جب گھر سے نکلیں تو اپنے گھر والوں کو سلام کر کے نکلیں۔

آپ کہیں پیدل مثلاً اسکول، مدرسے، مسجد یا کسی کے گھر جا رہے ہوں تو راستے میں صرف ان لوگوں کو ہی سلام نہ کریں جنھیں آپ جانتے ہیں، بلکہ آپ کو راستے میں جو بھی ملے چاہے وہ آپ کا اپنا ہو یا غیر، آپ کا ہم عمر ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، آپ اسے ضرور سلام کریں۔ اسی طرح واپسی پر بھی راستے میں نظر آنے والوں کو سلام کرتے ہوئے گھر واپس آئیں۔ جب آپ کسی محفل میں جائیں تو وہاں پہلے سے موجود افراد کو بلند آواز سے سلام کیا کریں۔ اسی طرح جب محفل سے رخصت ہوں، تب بھی سب کو سلام کیا کریں۔

اگر کوئی مسلمان بھائی آپ سے ناراض ہو تو جس دن بھی آپ اس سے مل کر ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' کہیں گے اُس کے دل میں آپ سے ناراضی کم ہو جائے گی اور تھوڑی دیر کے گلے شکوؤں کے بعد آپ دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جائے گی، جو اس بات کی علامت ہوگی کہ ناراضی ختم ہو گئی ہے۔

آپ کسی اجنبی مسلمان بھائی کو بھی روزانہ آتے جاتے ''السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' کہتے رہیں تو وہ بھی ایک دن آپ کا دوست بن جائے گا۔

آپ اپنے چھوٹوں اور اپنے ہم عمر بچوں کو سلام کی اہمیت سمجھائیں تاکہ وہ بھی آپ کی طرح دوسروں کو سلام کرنا سیکھ جائیں۔ وہ جس کو بھی سلام کریں گے یا جس کے سلام کا جواب دیں گے، آپ کو بھی اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

سلام کرنا گویا ایک ایسی تجارت ہے جس میں چلتے پھرتے بغیر کچھ خرچ کیے ایک دن میں (لوگوں کو سلام کر کے) سیکڑوں نیکیاں کما سکتے ہیں۔ ☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ جولائی ۲۰۱۱ء کے بارے میں ہیں

❁ کہانیوں میں جیسی کرنی ویسی بھرنی (طالب ہاشمی)، انوکھا معمار (مسعود احمد برکاتی)، بلاعنوان (اشتیاق احمد)، کرنل اور کبوتری (قمر علی عباسی)، نیکی کا سفر (خلیل جبار) لاجواب تھی۔ میں تمھارا دل ہوں (شہید حکیم محمد سعید) پڑھ کر مفید معلومات حاصل ہوئی۔ **محمد نواز شریف راجپوت، ہوسٹری۔**

❁ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ آیئے مصوری سیکھیں کا سلسلہ بند کر دیں۔ **حفصہ خان، نیو کراچی۔**

❁ نیکی کا سفر (خلیل جبار) اور بلاعنوان (اشتیاق احمد) نے جولائی کے رسالے میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ بہت زبردست کہانیاں تھیں۔ **ثروت فاطمہ، کراچی۔**

❁ کہانیوں میں اول نمبر پر ''بلاعنوان کہانی'' تھی، دوم نمبر پر ''نیکی کا سفر'' اور سوم نمبر پر ''انوکھا معمار'' تھیں۔ **اذکی راؤ، کراچی۔**

❁ کہانیاں طریق حکمراں، عقل مند غلام، کچھوا اور بھیڑیا، نیکی کا سفر، میں پھر آؤں گی، پانچ گھوڑے ایک رسی بہت پسند آئیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے اچھے تھے۔ **محمد اُسامہ انصاری، حیدر آباد۔**

❁ جولائی کا شمارہ لاجواب تھا۔ سب کہانیاں اچھی تھیں۔ لطیفے پڑھ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ **حنا نور، کراچی۔**

❁ سب سے اچھی اور سبق آموز کہانی بلاعنوان انعامی کہانی تھی۔ اس کے علاوہ جیسی کرنی ویسی بھرنی، انوکھا معمار، کرنل اور کبوتری اور نیکی کا سفر بھی بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ **عائشہ مجید، لاہور۔**

❁ جولائی کا شمارہ زبردست رہا۔ میں تمھارا دل ہوں (شہید حکیم محمد سعید) نے کافی معلومات فراہم کیں۔ انکل! انوکھا معمار آپ کی ہر تحریر کی طرح انوکھی، دل چسپ، مزے دار اور خوب صورت تحریر تھی۔ بلاعنوان انعامی کہانی بھی دل چسپ اور خوب صورت تھی۔ کرنل اور کبوتری ایک ولولہ انگیز کہانی تھی۔ نیکی کا سفر بھی ایک خوب صورت تحریر تھی۔ نونہال ادیب میں اپنی تحریر دیکھ کر کافی خوشی ہوئی پھر ہمدرد کی طرف سے ملنے والی کتاب کے خوب صورت تحفے نے خوشی میں مزید اضافہ کر دیا۔ بس ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کتاب کے ساتھ جو آنٹی سعدیہ راشد کا خط ہوتا ہے اُس پر میرا نام سعد افراہیم کے بجائے سعد سلمہٗ لکھا ہوتا ہے۔ انکل! سلمہٗ کا مطلب کیا ہے؟ **محمد سعد افراہیم، کراچی۔**

سلمہٗ دراصل سلامتی کی دعا ہے۔

❁ ساری نظمیں بہت اچھی تھیں، لیکن مینہ برسا (رفیع یوسفی محرم) بہت پسند آئی۔ کہانیوں میں نیکی کا سفر (خلیل جبار) بہت ہی لاجواب تھی۔ **عائشہ افضل، پشاور۔**

❁ اعضا بولتے ہیں، ایک بہت دل چسپ او.

معلوماتی سلسلہ ہے۔ تمام رسالہ بہت رنگا رنگ تھا، جس میں تمام رنگ موجود تھے۔ **ساجدہ قوم، کراچی۔**

* میں چاہتی ہوں کہ مجھ میں بھی آپ جیسی طاقت آجائے۔ اتنے سارے صفحات پر مشتمل اتنا اچھا خاص نمبر بنانے کے بعد اتنی جلدی اور وقت پر جولائی کا شمارہ وہ بھی کسی کوتاہی سے محفوظ۔ تمام کہانیاں ویسی ہی جان دار، شان دار، ہوشیار۔ معاف کیجیے گا ذرا قلم پھسل گیا تھا۔ اچھا اب اجازت دیجیے، لیکن ہاں وہ ایک بات کرنی تھی کہ ہر شمارے میں اشاعت سے معذرت کا کالم ضرور دیا کریں۔ مجھے ۱۹۹۸ء کے شمارے چاہییں۔ جتنے آپ کے آفس میں ہوں۔ **وریشا رفیق، کراچی۔**

۱۹۹۸ء کے شمارے تو اب نہیں مل سکتے۔

* جولائی کے شمارے کا سرورق بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔ سرورق کی تصویر کے رنگ بہت پھیکے تھے۔ جاگو جگاؤ میں مایوسی کے متعلق بات بہت اچھی لگی۔ پہلی بات کا خیال اچھا تھا۔ نعت شریف (حکیم خاں حکیم) اچھی تھی۔ روشن خیالات پر عمل کر کے انسان بہترین زندگی گزار سکتا ہے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی (طالب ہاشمی) اور کرنل اور کبوتری (قمر علی عباسی) اچھی تحریریں تھیں۔ بلاعنوان (اشتیاق احمد) اور انوکھا معمار (مسعود احمد برکاتی) بہترین تحریریں لگیں۔ **محمد اسحاق بشیر احمد کھتری، حیدرآباد۔**

* تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ بلاعنوان سب سے اچھی لگی۔ کوئی اور سلسلہ وار کہانی شروع کریں۔ **وردہ فاطمہ، تلہ گنگ۔**

* آیئے مصوری سیکھیں بہت اچھا سلسلہ ہے۔ غزالہ امام سے درخواست ہے کہ ہمیں پنسل شیڈنگ کے بارے میں بھی بتائیں۔ **صفیہ حئی، ملتان۔**

* دل کے متعلق حکیم صاحب کی معلومات بہت اچھی لگی۔ روشن خیالات، نعت شریف، ہنسی گھر، بیت بازی، نونہال ادیب نے رسالے کو چار چاند لگا دیے۔ سارا رسالہ بہت ہی اچھا تھا۔ **محمد جعفر، گروٹ۔**

* جولائی کا رسالہ بہترین تھا۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی، نیکی کا سفر بہترین تھیں۔ میں تمھارا دل ہوں بہت معلوماتی تحریر تھی۔ **ایمن فاروق، میانوالی۔**

* جولائی کا شمارہ بہت زبردست تھا، دل کو بہت بھایا۔ کہانیاں کرنل اور کبوتری، نیکی کا سفر، انوکھا معمار، کچھوا اور بھیڑیا بہت پسند آئیں۔ اس مہینے کا خیال بہت اچھا تھا۔ **ایم ندیم، لاہور۔**

* پہلی بات بہت پسند آئی۔ تمام کہانیاں اور نظمیں واقعی بہت اچھی تھیں، بس تصویر خانہ کی کمی تھی۔ **انیلا محمود عالم انصاری، میرپور خاص۔**

* جولائی کا رسالہ بھی سرورق سے لے کر نونہال لغت تک نہایت عمدہ تھا۔ رسالے میں کوئی کمی نہیں تھی۔ **نبیلہ عروج کمبوہ، محراب پور۔**

* جولائی کے شمارے کا سرورق پسند آیا۔ انکل! کیا ہم کوپن کو گوند سے چپکانے کے بجائے اسٹیکر کے ذریعے بھی لگا سکتے ہیں؟ **ایس ایم ذیشان شیرازی، قادر پوراں۔**

جی ہاں، اسٹیکر بھی چل جائے گا۔

* سرورق سے لے کر نونہال لغت تک پورا رسالہ ہمیشہ کی طرح شان دار تھا۔ سب تحریریں، نظمیں اور کہانیاں بہت پسند آئیں۔ **امامہ احسن۔**

* جولائی کا شمارہ بہت اچھا اور خوب صورت تھا، کہانیوں میں نیکی کا سفر، کرنل اور کبوتری بہت اچھی لگیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے بہت اچھے تھے۔ **احمد**

ناسک ملک، تلکھ وٹی۔

* تمام کہانیاں زبردست اور معیاری تھیں۔ ہر تحریر ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ خاص طور پر بلاعنوان کہانی کی بات ہی کچھ اور تھی۔ **محمد عزیر چشتی، ڈیرہ غازی خان۔**

* جولائی کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ خاص طور پر نونہال ادیب، ہنسی گھر، کہانیاں نیکی کا سفر، جیسی کرنی ویسی بھرنی، اچھی تھیں۔ مستقل سلسلے روشن خیالات، آیئے مصوری سیکھیں، بیت بازی وغیرہ پسند آئے۔ **محمد طلحہ، سانگھڑ۔**

* جولائی کے شمارے میں معلومات افزا کے انعامی سلسلے کے سوال نمبر ۶ میں پاکستان کے گیارھویں صدر کے لیے تین نام غلام اسحاق خان، فاروق لغاری اور رفیق تارڑ کے نام دیے گئے ہیں حال آنکہ پاکستان کے گیارھویں صدر موجودہ صدر آصف علی زرداری ہیں۔ **راجہ فرخ حیات خان جنجوعہ، پنڈ دادن خان۔**

اب تک پاکستان کے کل گیارہ صدر ہوئے ہیں۔ چوں کہ وسیم سجاد دو مرتبہ قائم مقام صدر رہے، اس وجہ سے کل تعداد ۱۳ بنتی ہے اور رفیق تارڑ گیارھویں صدر ہوئے۔

* پورا رسالہ بہت زبردست ہوتا ہے۔ میں تمام مستقل سلسلے شوق سے پڑھتی ہوں۔ **حافظہ صہبا صادق، بہاول پور۔**

* ہمدرد نونہال پاکستان میں بچوں کے لیے سب سے بہترین رسالہ ہے۔ جولائی کا شمارہ بہت زبردست اور خوب صورت تھا۔ **سارہ حسین، کراچی۔**

* اس بار کہانیوں میں انوکھا معمار، نیکی کا سفر، میں پھر آؤں گی اور کرنل اور کبوتری بہت اچھیں تھیں۔ **جنون محمد اویس گڈانی، میرپور ماتھیلو۔**

* بچوں کی تصاویر چھاپنے کا بھی سلسلہ شروع کریں۔ بچے اپنے پسندیدہ ماہ نامے میں تصاویر دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ نونہال مصور کے لیے بھی انعامات کا سلسلہ شروع کریں۔ بچے اس سے مصوری میں مزید نکھار لائیں گے۔ **وقاص فرید قریشی۔**

نونہالوں کی تحریروں کے ساتھ ان کی تصویر چھاپی جاسکتی ہے۔ نونہال مصور میں انعامات کا سلسلہ ذرا مشکل کام ہے۔

* جاگو جگاؤ اور پہلی بات پڑھ کر تو دل باغ باغ ہوگیا۔ ساری کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ خاص طور پر تو نیکی کا سفر (خلیل جبار) بہت ہی اچھی تھی۔ **حیدر کمال علی، کوٹ غلام محمد۔**

* بلاعنوان کہانی جیسی تحریریں بہت اچھی لگی ہیں۔ اس بار لطیفے یعنی ہنسی گھر بھی اچھا لگا۔ **راؤ محمد مبشر شبیر راجپوت، سکندرآباد۔**

* کہانیاں انوکھا معمار، کچھوا اور بھیڑیا، پانچ گھوڑے ایک رسی پسند آئیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی (طالب ہاشمی) واقعی ہماری روشن تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ ہنسی گھر بھی بہت پسند آیا۔

* اس بار کا شمارہ ہر بار کی طرح زبردست تھا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ **زیبا بشیر۔**

* کہانیوں میں نیکی کا سفر، کرنل اور کبوتری، بلاعنوان کہانی، انوکھا معمار یہ سب کہانیاں سپر ہٹ تھیں۔ **احتشام الحق، بنوں۔**

* سرورق بہت ہی اچھا تھا۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی بہت ہی اچھی تھی۔ **امامہ جنید، ہری پور۔**

* تمام کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں۔ خاص طور پر انوکھا معمار (مسعود احمد برکاتی)، بلاعنوان

کہانی (اشتیاق احمد) اور نیکی کا سفر (خلیل جبار) بہت زبردست کہانیاں تھیں۔ **حامد عبدالباقی، حویلیاں۔**

❁ جولائی کا شمارہ اپنی مثال آپ تھا۔ انکل! کیا ہم کہانیاں اور تصاویر بھی ای میل کے ذریعے بھیج سکتے ہیں؟ **عابس احمد حسن، تلہ گنگ۔**

کہانیاں "ان پیج" میں کمپوز کر کے بھیج سکتے ہیں، تصاویر ڈاک سے ہی بھیجیں تو اچھا ہے۔

❁ اس بار کی کہانیاں بڑی زبردست تھیں۔ میرے بھائی کو بھی کہانیاں بہت اچھی لگیں۔ مجھے سب سے اچھی کہانی کرنل اور کبوتری لگی۔ **طوبیٰ احمد، کراچی۔**

❁ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ خاص طور پر کرنل اور کبوتری، بلاعنوان کہانی اور نیکی کا سفر بہت ہی شان دار ہیں۔ **لاریب اختر، کراچی۔**

❁ جولائی کا شمارہ اتنا اچھا نہیں تھا، جتنا جون کا شمارہ اچھا تھا۔ ہمیں سب سے اچھا رسالہ ہمدرد نونہال ہی لگتا ہے۔ **حسن باقر کمیل، گڑیا، تلہ گنگ۔**

❁ جولائی کے شمارے میں سب کچھ اچھا تھا۔ سرورق سے لے کر نونہال لغت تک پسند آیا۔ انکل! میں شہید حکیم محمد سعید کی بچپن کی کہانیاں اپنے دوستوں کو بھی سناتا ہوں۔ **محمد حسان صابر چوہان، کراچی۔**

❁ کوئی ایسا سلسلہ شروع کریں جس سے ہم اپنے دوستوں اور ملنے والوں کو اپنے پیغامات دے سکیں اور رسالے میں چیزیں بھیجنے والے دوسرے نونہالوں تک اپنے پیغام بھیج سکیں۔ **نیہا حماد، لاہور۔**

❁ مسکراتی لکیریں ایک صفحہ ضائع کرتا ہے اس کی جگہ کوئی نیا سلسلہ شروع کیا جائے۔ **زویا حماد، لاہور۔**

❁ اس بار سرورق نمبر لے گیا۔ کہانیاں کرنل اور کبوتری (قمر علی عباسی)، نیکی کا سفر (خلیل جبار)، انوکھا معمار (مسعود احمد برکاتی) اور بلاعنوان کہانی (اشتیاق احمد) بہت اچھی تھیں۔ **ایم عاقب جاوید آرائیں، میرپور خاص۔**

❁ اس بار تحریروں میں جاگو جگاؤ اور پہلی بات نمبر لے گئیں۔ کہانی کرنل اور کبوتری (قمر علی عباسی) مزے دار تھی۔ باقی کہانیوں میں انوکھا معمار، نیکی کا سفر، بلاعنوان اور کچھوا اور بھیڑیا اچھی تھیں۔ نظموں میں مینہ برسا، بہت اچھی لگی۔ **محمد عمر جمیل آرائیں۔ میرپور خاص۔**

❁ جولائی کا شمارہ پسند آیا۔ کہانیاں کرنل اور کبوتری (قمر علی عباسی) اور انوکھا معمار (مسعود احمد برکاتی) اچھی لگیں۔ مادرِ ملت اچھی نظم تھی۔ انکل! میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ **سید محمد عباس، کراچی۔**

ڈھائی سے پانچ بجے کے درمیان مل سکتے ہیں۔ آنے سے پہلے فون کر کے وقت مقرر کر لیں۔

❁ جولائی کے شمارے میں پہلی بات اچھی لگی۔ جاگو جگاؤ، میں تمھارا دل ہوں بھی اچھی لگیں۔ انوکھا معمار کوئی خاص نہیں تھی۔ **عائشہ ارشد، کوٹ غلام محمد۔**

❁ انوکھا معمار، نیکی کا سفر اور بلاعنوان کہانی نے دل موہ لیا۔ کرنل اور کبوتری کی تو بات ہی الگ ہے۔ **زوہیب احمد عباسی، حیدرآباد۔**

❁ انوکھا معمار، نیکی کا سفر، جیسی کرنی ویسی بھرنی، حکایت سعدی، میں پھر آؤں گی، پانچ گھوڑے ایک رسی اچھی اور سبق آموز کہانیاں تھیں۔ **آمنہ، سمعیہ، عائشہ، ہانیہ، زہرہ، اویس، حسن، کراچی۔**

❁ جولائی کا شمارہ بہت ہی خوب تھا۔ کرنل اور

کبوتری، بلاعنوان کہانی اور نیکی کا سفر اچھی اور قابلِ ذکر کہانیاں ہیں۔ **عائشہ ارشد، کراچی۔**

❁ جولائی کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ کہانیاں بھی بہت پسند آئیں۔ ہر مہینے جادوئی کہانی شائع کیا کریں۔ **ثمرہ سعید، نواب شاہ۔**

❁ اس دفعہ کرنل اور کبوتری، انوکھا معمار بہت زبردست رہا۔ پانچ گھوڑے ایک رسی سے بہت سبق ملا۔ واقعی اتحاد میں برکت ہے۔ انکل! آپ اپنی صحت کا خیال رکھا کریں۔ میں میٹرک کی طالبہ ہوں۔ پڑھائی سے بہت دل چسپی ہے، لیکن جب پڑھنے بیٹھتی ہوں تو دھیان کہیں اور ہوتا ہے۔ پلیز اس سلسلے میں آپ میری مدد فرمائیں۔ **سمعیہ عارف، کراچی۔**

کسی اچھی سہیلی کے ساتھ مل بیٹھ کر پڑھا کریں۔ اچھی سہیلی سے مطلب یہ ہے کہ وہ بھی پڑھائی کا شوق رکھتی ہو۔

❁ تمام کہانیاں سپرہٹ تھیں جن میں کرنل اور کبوتری، نیکی کا سفر سرِفہرست ہیں، لیکن آپ کی کہانی تو ساری کہانیوں میں بازی لے گئی۔ **کامران اللہ خٹک، کرک۔**

❁ جولائی کا شمارہ اپنی مثال آپ تھا۔ پورا رسالہ بہت شان دار اور عمدہ کاوشوں سے بھرپور تھا۔ کہانیوں میں نیکی کا سفر اور میں پھر آؤں گی بہترین کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی محنت، ہمت اور عمل کا درس دے رہی تھی۔ حکیم خاں حکیم کی نعت شریف حضورؐ کی عظمت کا اظہار کر رہی تھی۔ نونہال ادیب کی کہانیوں میں شرارت اور شیطانی، علم کی طاقت ٹاپ پر تھیں۔ **راجا ثاقب محمود ثاقی جنجوعہ، پنڈدادن خان۔**

❁ بلاعنوان انعامی کہانی کا سلسلہ ختم کر دیں اور اس کی جگہ بلاعنوان انعامی کارٹون کا سلسلہ شروع کر دیں۔ معلومات افزا میں سولہ کی جگہ صرف دس سوالات کر دیں۔ نونہال ادیب کی تحریروں کا معیار مزید بہتر کریں۔ جولائی کے شمارے میں میں تمھارا دل ہوں، دل کے بارے میں قیمتی معلومات سے بھرپور تھا۔ **محمد مسعود اختر انجم، دانیال مسعود، بشارت، ضلع چکوال۔**

❁ ہر مرتبہ کی طرح جولائی شمارہ بھی بہترین تھا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ **نورین محمد سلیم، کراچی۔**

❁ جولائی کا شمارہ بہت زیادہ پسند آیا۔ تمام کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں۔ **محمد حسنین اسلم، فیصل آباد۔**

❁ اس ماہ کا شمارہ بہت خاص تھا۔ تقریباً تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ سب سے اچھی کہانی نیکی کا سفر تھی۔ **شایان اقدس، جہلم۔**

❁ ہمدرد نونہال بہت اچھا رسالہ ہے۔ انکل! آپ تیسری مرتبہ اپنی کہانی "پیاری سی پہاڑی لڑکی" شائع کریں تو میں آپ کا بہت شکرگزار ہوں گا۔ یا بتائیں مجھے یہ کہاں سے مل سکتی ہے۔ **ملک محمد سفیر، اٹک۔**

پیاری سی پہاڑی لڑکی کتابی صورت میں مل سکتی ہے۔ قیمت ۶۵ روپے ہے۔ اپنا پورا پتا صاف صاف لکھ کر رقم منی آرڈر سے بھیج دیں۔ پتا ہمدرد نونہال کے پہلے صفحے پر لکھا ہے۔

❁ جاگو جگاؤ اور پہلی بات دل پر لگ گئی۔ نعت شریف اچھی لگی، اگر اسے جاگو جگاؤ سے پہلے شائع کیا جاتا تو اور بھی اچھی لگتی۔ اس کے علاوہ پورا رسالہ ہی زبردست تھا۔ **رفعت بتول، جھاوریاں۔**

❁ جولائی کا شمارہ خاص نمبر جیسا تھا۔ خاص طور پر انوکھا معمار، کرنل اور کبوتری اور نیکی کا سفر زیادہ پسند آئے۔ پیاری سی پہاڑی لڑکی جی چاہتا ہے کہ ایک بار پھر پڑھوں۔ **علقمہ نواز، فیصل آباد۔**

❁ اس بار کا شمارہ لاجواب اور مزے دار تھا۔ بلاعنوان کہانی بہت دل چسپ تھی۔ **محمد عبداللہ چشتی، ڈی جی خان۔**

❁ جولائی کا پورا شمارہ زبردست تھا۔ ہر ایک کہانی سبق آموز اور قابلِ تعریف ہے۔ انکل! کیا کہانی لکھتے وقت صفحے کے دوسری طرف لکھنا منع ہے یا پھر دونوں طرف لکھ سکتے ہیں؟ **عائشہ شہزاد، کراچی۔**

صفحے کے ایک طرف اور ایک لائن چھوڑنا ضروری ہے۔

❁ جولائی کا شمارہ بہت خوب صورت تھا۔ جاگو جگاؤ میں حکیم صاحب نے مایوسی کے بارے میں بہت سبق آموز بات بتائی۔ کہانیوں میں جیسی کرنی ویسی بھرنی اور بلاعنوان کہانی بہت زبردست تھیں۔ لطیفے زیادہ تر پرانے تھے۔ **شعور شفاوت، حیدرآباد۔**

❁ سرورق بہت ہی پیارا لگا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات نے تو ہمارے دل موہ لیے۔ روشن خیالات پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ **عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر۔**

❁ نعت شریف، حکیم خاں حکیم پسند آئی۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح سبق آموز تھے۔ مادرِ ملت (نظم) تنویر پھول بہت اچھی لگی۔ علم دریچے اچھا سلسلہ ہے۔ دادی (نظم) قیصر شیم بہت پسند آئی۔ فاختہ۔ امن کا پیامبر پرندہ (رانا محمد شاہد) اچھی کوشش ہے۔ مینہ برسا (نظم) رفیع یوسفی محرم اچھی لگی۔ تمام تحریریں پسند آئیں۔ **سمانہ تقوی، کراچی۔**

❁ جولائی کا شمارہ زبردست تھا۔ نیکی کا سفر ایک بہترین کہانی تھی۔ ڈاکٹر امجد علی جعفری کی تحریر پانچ گھوڑے، ایک رسی سبق آموز تحریر تھی۔ باقی تمام سلسلے اچھے لگے۔ **اقصیٰ عبدالوحید، نواب شاہ۔**

❁ سب کہانیاں دل چسپ تھیں اور مستقل سلسلے تو ہوتے ہی لاجواب ہیں۔ مسکراتی لکیریں کا سلسلہ ختم کر کے علم دریچے کے صفحات بڑھا دیں۔ **محمد شعیب مصطفےٰ، سرگودھا۔**

❁ میں تقریباً چار سال سے ہمدرد نونہال پڑھ رہی ہوں۔ ماشاء اللہ یہ ایک بہت ہی پاکیزہ رسالہ ہے۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے، کم ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے پیارے نونہال کو لوگوں کی نظرِ بد سے بچائے۔ **ماریہ واجد حسین، بلوچستان۔**

❁ دعا کرتی ہوں کہ جب تک آپ میں، آپ کی ٹیم میں حوصلہ رہے آپ لوگ ہمدرد نونہال کو اسی طرح جاری رکھیں۔ **مدحت عزیز، کراچی۔**

☆☆☆

آیندہ شمارے کی متوقع تحریریں

☆ تمھاری بے نالی کے غدود اور ہارمون
شہید حکیم محمد سعید

☆ مسعود احمد برکاتی کی ایک خوب صورت تحریر

☆ بہت ساری مزے مزے کی کہانیاں

☆ نئی نئی، حیرت انگیز اور مفید معلومات

☆ اس کے علاوہ اور بہت سی دل چسپیاں

نونہال ادب کی کتابیں

علمی، ادبی اور قومی شخصیات کے حالاتِ زندگی پر بچوں کے لیے ہمدرد کی شائع کی ہوئی دل چسپ اور سبق آموز کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ہوتا ہے۔ نونہال ادب کی کتابوں کی قیمتیں بہت ہی کم رکھی جاتی ہیں اور یہ کتابیں علم بڑھانے اور معلومات میں اضافہ کرنے میں بہت مددگار ہوتی ہیں۔

	نام کتاب	مصنف/مرتب	قیمت
۱۔	مولانا ظفر علی خاں	عنایت اللہ سوہدروی	۶ روپے
۲۔	عبداللہ ہارون	صفیہ ملک	۶ روپے
۳۔	فاطمہ جناح	صفیہ ملک	۸ روپے
۴۔	مرزا غالب	ڈاکٹر اسلم فرخی	۶ روپے
۵۔	محمد حسین آزاد	ڈاکٹر اسلم فرخی	۶ روپے
۶۔	میر امن	ڈاکٹر اسلم فرخی	۶ روپے
۷۔	ڈپٹی نذیر احمد	ڈاکٹر اسلم فرخی	۶ روپے
۸۔	مولانا شبلی نعمانی	ڈاکٹر اسلم فرخی	۸ روپے
۹۔	سلطان جی	ڈاکٹر اسلم فرخی	۱۲ روپے
۱۰۔	بچوں کے اسماعیل میرٹھی	حکیم نعیم الدین زبیری	۴۰ روپے
۱۱۔	عمر بن محمد داؤد پوتہ	گوہر داؤد پوتہ	۶ روپے
۱۲۔	حیدر بخش جتوئی	سہیل سانگی	۷ روپے
۱۳۔	مخدوم بلاول	غلام مصطفیٰ شاہ	۱۲ روپے
۱۴۔	انکل حکیم محمد سعید	مسعود احمد برکاتی	۵۰ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال جولائی ۲۰۱۱ء میں **اشتیاق احمد** صاحب کی دل چسپ بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ سیکڑوں نونہالوں نے اس کے اچھے اچھے عنوان تجویز کیے، جن میں سے درج ذیل عنوانات بہت اچھے اور مناسب ہیں۔ یہ عنوانات اور بھیجنے والے نونہالوں کے نام یہاں لکھے جا رہے ہیں: جن کو کتاب **"سینگ کی تلاش"** ارسال کی جائے گی۔

۱۔ خوف کا آسیب: حنیفہ رسول، نارتھ کراچی
۲۔ جو ڈر گیا سو مر گیا: تسمینہ ادریس کھتری، کراچی
۳۔ بے بنیاد وہم: عائشہ شہزاد، کراچی
۴۔ ویرانے میں بہار آئی: سید عفان علی جاوید، کراچی
۵۔ ویرانہ بنا آشیانہ: سیدہ مریم محبوب، کراچی
۶۔ ویرانہ بنا آشیانہ: اعجاز الحق، کراچی
۷۔ علم کی طاقت: قراۃ العین، میر پور خاص
۸۔ علم کی طاقت: جنت فاطمہ میمن، سانگھڑ
۹۔ ہم کیوں ڈرتے ہیں: تسمیہ ممتاز، کراچی
۱۰۔ انوکھا انعام: محمد اویس دانش خانزادہ، سکرنڈ
۱۱۔ علم شعور دیتا ہے: مظفر احمد شیخ کیلانی، میر پور خاص
۱۲۔ پڑھے لکھوں کی سمجھ داری: عبداللہ حاجی امداد حسین قائم خانی، میر پور خاص
۱۳۔ خوف بھگاؤ، فائدہ اُٹھاؤ: اُم رومان، نواب شاہ
۱۴۔ جہالت کا آسیب: آمنہ ملک، بہاول پور
۱۵۔ علم کے فائدے: فضیلہ ذکاء بھٹی، شیخوپورہ
۱۶۔ علم کے فائدے: نیہا حماد، لاہور
۱۷۔ علم روشنی، جہالت اندھیرا: عبید الرحمٰن، ڈیرہ غازی خان
۱۸۔ اور زندگی پھر مسکرائی: راجا ثاقب محمود ثاقی جنجوعہ، پنڈ دادن خان

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ **کراچی:** حسینہ شاہ، سحرش شاہ، ماہ نور ظفر، ازکی راؤ، علیجہ فاطمہ، سید انذر حسین، محمد تابش، حسینہ رسول، حمزہ ابراہیم، سندس آسیہ، سمیر محمد امیر، ساحرہ محمد رمضان، لائبہ علی، مریم سلطان ڈار، حنا نور، واجد نگینوی، عمر نذیر، قطرینہ قائم، سکینہ حسنین، غانیہ اقبال، زہرہ شفیق، محمد علی، محمد اریب، آصف احمد، نبی بخش ابڑو، مریم سعید، تسمینہ ادریس کھتری، سدرہ عارف، سبیکا خان، وریشہ اعجاز، عائشہ ایم حنیف، رداشاہنواز علی، دعا خالد، قبے بافخر فاطمی، حرا شاہد، میمونہ حفیظ اللہ خان نیازی، حافظ محمد عمر صدیقی، شاہ بشریٰ عالم، سید بلال حسین ذاکر، حمیدہ بتول، عائشہ ندیم، عائشہ شہزاد، زینت فاطمہ، روبینہ ناز، عائشہ علی محمد، نمرا ندیم، عائشہ خان، حافظہ بشریٰ نصرت، بشریٰ اعجاز، فاطمہ یوسف، اریبہ رضا، مہشب ارشاد الحق صدیقی، قراۃ العین عبدالروف، عائشہ قیصر، ماریہ وسیم، محمد حمزہ حمود الرحمٰن خانزادہ، ثناء اسد، ایمن خان عالم، ہما خلیل، سیدہ زہرہ امام، محمد عاشر صابر چوہان، حنا تبسم، وجیہہ اقبال، عائشہ بیگ، مدحت عزیر، بلال مبین، اسماء احمد، یمان مصطفیٰ، سید غفان علی جاوید، سیدہ عفیفہ جاوید، سیدہ مریم محبوب، سیدہ جویریہ جاوید، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، ہانیہ ریاض، طیبہ فاطمہ، فریال گل، صباء سعید، نورین محمد سلیم، منصور نصیر، آفرین انصاری، لیلیٰ خان، طوبیٰ جہانگیر زبیری، محمد سعد افراہیم، ہانیہ احمد، فاروق احمد صدیقی، ثمرہ حفیظ، محمد بلال معظم، لاریب اختر، سید محمد عباس، حمزہ احمد، احمد رضا محمد اسلم، ثناء خالد، وردہ صدیقی، حافظ عفیفہ، حمیدہ ملک، سیدہ نمیرا مسعود، تہلیل ارشد، ماہین علی زیدی، رخسانہ جنید، علیزہ سہیل، اسماء ارشد، عروبہ شمس، فائزہ مفتی، سید محمد طلحہٰ، سید محمد حذیفہ، عمر رحمٰن، رمیھا شوکت خان، تسمیہ ممتاز، شیخ حسن جاوید، لائبہ، ایمن علی قریشی، وردہ خالد، مطہرہ ناصر، حافظ محمد راحت حسین نظامی، سارہ حسین، سلمہ محمد صلاح الدین، ماہم سلیم، انعم خان، بلال فتاح، فرح ارم، سامعہ ثناء اللہ، حفصہ کنول شریف، جواد الرحمٰن، مریم رحمٰن، سید حسن نبیل، حاسن یاسر انصاری، محمد کاشان اسلم، انشراح یاسر انصاری، اشوینا سہیل، سیدہ خدیجہ کاظمی، افراح انوار، رخشی آفتاب، بتول رضا، زاہد اللہ

خالد، سمانہ نقوی، وریشا رفیق، سیدہ ثوبیہ ناز، نعیم رحمٰن خانزادہ، ردا اسلم خانزادہ، بیلا عروج، ذعیم احمد، اعجاز الحق ☆ **مکلی ٹھٹھہ:** وجیہہ جاوید، الضحیٰ فاطمہ، تیمور جاوید، عائشہ بی بی، اُم کلثوم، اقصیٰ احمد، سوہل قریشی ☆ **ٹمیاری:** بابر عبدالرحمٰن سموں، عبدالرزاق سموں ☆ **حیدرآباد:** محمد اُسامہ انصاری، زوہیب احمد عباسی، محمد عدیل رشید، عریبہ فرمان احمد، ثناء اللہ میمن، عائشہ ارشد، سید احمد علی، محمد اسحاق بشیر احمد کھتری، محمد حماد، طٰہٰ یاسین، اریبہ خانزادہ راجپوت، اقصیٰ اویس، ثمین فاطمہ، کنزہ اسلم، کرن محمد فاروق، محمد نواز شریف راجپوت، مرزا اسفار بیگ، شہنور سخاوت، عائشہ ایمن احتشام ☆ **کوٹ غلام محمد:** ایم عاقب جاوید آرائیں، عائشہ ارشد ☆ **میر پور خاص:** محمد عمر جمیل آرائیں، حیدر کمال علی، قراۃ العین، سارہ اسماعیل، سکینہ عبدالمجید، جبران احمد، عبداللہ حاجی امداد حسین قائم خانی، رباب محمود، عالم انصاری، صدف ڈوگر، مظفر احمد شیخ کیلانی ☆ **سنجھورو:** رانا مبین حیدر راجپوت، رانا ذوالفقار حیدر راجپوت، رانا مرتضیٰ حیدر راجپوت، رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت ☆ **شہداد پور:** محمد صالح خان، محمد طاہر القادری قریشی، راشد علی عمرانی، حذیفہ شیخ ☆ **نواب شاہ:** اقصیٰ عبدالوحید، اُمِ رومان ☆ **سانگھڑ:** فرح ناز، ماورا خادم حسین رحمانی، زین العابدین منصوری، اقصیٰ ثمرہ جاوید انصاری، منیب احمد رندھاوا، جنت فاطمہ میمن، محمد افضل رندھاوا ☆ **محراب پور:** ملک یاسر محمود، نبیلہ عروج کمبوہ ☆ **سکھر:** نائیلہ شیر محمد، صائمہ شیر محمد، حوریہ جبین، دلشاد انصاری، ربیعہ نور، عائشہ خالد قریشی، محمد حسین طارق قریشی ☆ **رحیم یار خان:** محمد عبداللہ، سیرت فاطمہ فاروقی ☆ **حاصل پور ضلع بہاول پور:** فاطمہ صفدر، محمد عبداللہ ظفر، عبداللہ شاہد، محمد عمر، ایمن نور، حافظ احمد ارسلان، قراۃ العین عینی، ڈاکٹر صباحت گل، آمنہ ملک، محمد احمد ☆ **ملتان:** محمد شہروز علی، عابد علی، حافظ محمد ذکی کشمیری، صفیہ حیٔ، ربیعہ نعیم، محمد اُسامہ چیمہ، ایس ایم ذیشان شیرازی، میاں اُسید، راؤ محمد مبشر، پلک زاہرہ، خوش نصیب حسین، فائزہ جعفر، زبیر احمد حنفی ☆ **بہاول نگر:** عائشہ یونس، محمد عبداللہ سلیم، فامیا علی ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** عائشہ اسلم حمیزہ ☆ **اوکاڑہ:** محمد علی میاں، بشریٰ غفار ☆ **شیخو پورہ:** رائے محمد عتیق، فضیلہ ذکاء بھٹی ☆ **ڈیرہ غازی خان:** عبیدالرحمٰن، محمد فہد

خان چغتائی، محمد عبداللہ چشتی، احمد حسین چشتی ☆ **حویلیاں:** نایاب طارق، حامد عبدالباقی ☆ **چکوال:** ہمایوں افضل، محمد عبدالباسط، محمد ارتصام حسن ☆ **جھنگ:** علی معراج عباسی، محمد عمر دین، علی معصوم عباسی ☆ **سرگودھا:** صفدر علی خان، محمد شعیب مصطفٰے، رفعت بتول، شہلا ریاض ☆ **فیصل آباد:** محمد حسنین اسلم، ماھم صدیق، حفصہ عبدالصمد، محمد دانیال علی مغل ☆ **گوجرانوالہ:** شہرین صادق، اغنیٰ وسیم، نوال فاطمہ، ولید اشرف ☆ **واہ کینٹ:** ہادیہ ظفر، قندیل منہاس، محمد ارمغان الرحمٰن، ماہ نور ضیاء، آمنہ حق ☆ **لاہور:** ارمغان الرحمٰن، دہاج عرفان، فاطمہ وحید، محمد احمد افضل، آمنہ یونس، علیشہ گل، عائشہ مجید، آمنہ بلال، نیہا حماد، سلمان عرفان، زیبا بشیر ☆ **گجرات:** کومل حسن رضا، شہاب احمد ☆ **ہری پور:** کنزہ شفیق، ماہ نور شاہین ☆ **جہلم:** محمد افضل، ثانیہ فرخ جنجوعہ راجپوت، راجہ ثاقب محمود ثاقی جنجوعہ، شایان اقدس، محمد شعیب حسن سیالوی ☆ **کہوٹہ ضلع راولپنڈی:** رانا عبدالرافع، عبیدالرحمٰن ☆ **راولپنڈی:** سدرہ کوثر، فضہ سید، حمنہ شفیق، فصیح شبیر، محمد عمیر، محمد طیب سہیل ☆ **اسلام آباد:** محمد سعد اللہ، عدینہ سجاد ☆ **اٹک:** سہیل محمد ریاض، صبا شاہین ☆ **بنوں:** شاکر زمان، احتشام الحق، اظہار الحق ☆ **پشاور:** عائشہ سید، سید اویس حسیب ☆ **ٹھٹھہ:** اقصیٰ کلیم ☆ **کوٹری:** محمد صادق علی ☆ **ٹنڈو آدم:** فیروز مری ☆ **سکرنڈ:** محمد اویس دانش خانزادہ ☆ **ٹنڈو محمد خان:** سدرۃ المنتہیٰ ☆ **ٹھاروشاہ:** شایان آصف خانزادہ راجپوت ☆ **نواب شاہ:** محمد ضرار ☆ **پنو عاقل:** حارث ربنواز ☆ **میر پور ماتھیلو:** جنون محمد اویس گڈانی ☆ **حب بلوچستان:** داؤد الحسن، ایم شفیع چاہت بلوچ ☆ **مکران بلوچستان:** جاوید بشیر بلوچ ☆ **جعفر آباد بلوچستان:** عمران گل کنبھار ☆ **کوئٹہ:** آسیہ ظاہر ☆ **میلسی ضلع وہاڑی:** مہوش شفیق ☆ **علی پور چٹھہ:** عظیم نذر جندران ☆ **میانوالی:** ایمن فاروق ☆ **بھکر:** ریحان فرحان ☆ **مظفر گڑھ:** محمد حسان ☆ **خانیوال:** عمران جاوید ☆ **چنیوٹ:** سادات علی ☆ **سرائے سدھو:** صغیر حسین ☆ **شور کوٹ کینٹ:** طاہر ولی ☆ **کھاریاں چھاؤنی:** شہیر احمد ☆ **نوشہرہ کینٹ:** حرا مریم ☆ **کوہاٹ:** محمد صبیح ☆ **میر پور آزاد کشمیر:** حسنین احمد مغل ☆ **کوٹلی آزاد کشمیر:** محمد جواد چغتائی۔ ☆

جوابات معلومات افزا -۱۸۷

سوالات جولائی ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئے تھے

۱۔ صحابیِ رسولؐ حضرت عدیؓ حاتم طائی کے بیٹے تھے۔

۲۔ مسلمان فلسفی، طبیب، ریاضی داں ابنِ رشد کا اصل نام عبدالولید محمد تھا۔

۳۔ مشہور مندر ''سومنات'' ہندستان کی ریاست جونا گڑھ میں واقع ہے۔

۴۔ مغل بادشاہ بہادر شاہ اول (معظم شاہ عالم) اورنگزیب عالمگیر کا بیٹا تھا۔

۵۔ پاکستان بننے کے ۹ سال بعد ۱۹۵۶ء میں اس کا پہلا آئین بنا تھا۔

۶۔ وسیم سجاد ۲ بار قائم مقام صدر رہے، اس طرح پاکستان کے گیارھویں صدر رفیق تارڑ تھے۔

۷۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی نے خاکسار کے نام سے ایک تحریک شروع کی تھی۔

۸۔ کراچی میں قومی عجائب گھر کا افتتاح اپریل ۱۹۵۰ء میں ہوا تھا۔

۹۔ مشہور ادیب ابنِ انشا کا انتقال ۱۹۷۸ء میں ہوا تھا۔

۱۰۔ ''عقرب'' عربی زبان میں بچھو کو کہتے ہیں۔

۱۱۔ نیلا اور پیلا رنگ برابر ملانے سے سبز رنگ بنے گا۔

۱۲۔ کرکٹ کے کھلاڑی کپل دیو کا تعلق بھارت سے ہے۔

۱۳۔ رومن زبان میں ۲۱ کے ہندسے کو انگریزی کے حروف XXI سے ظاہر کرتے ہیں۔

۱۴۔ ''LADY FINGER'' انگریزی میں بھنڈی کو کہتے ہیں۔

۱۵۔ اُڑتے ہوئے روشنی پیدا کرنے والا کیڑا جگنو ہے۔

۱۶۔ مشہور شاعر آتش کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

سفر ہے شرط، مسافر نواز بہتیرے — ہزارہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہے

انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

کراچی: فیضان محمد حنیف، رافعیہ عبدالرؤف، شاہ محمد ازہر عالم، اُمِ ہانی منصور، سید حسن شموئیل، عباس حسین، **مکلی ٹھٹھہ:** تیمور جاوید **حیدرآباد:** زوہیب احمد عباسی، کرن محمد فاروق **بہاول پور:** حافظ احمد ارسلان **ملتان:** حافظ محمد ذکی کشمیری **سرگودھا:** صفدر علی خان **لاہور:** ممتاز بیگم، محمد شادمان **اسلام آباد:** محمد سعداللہ **کوٹلی:** شہریار احمد چغتائی **ٹنڈو محمد خان:** معاذ ارشاد احمد **گوجرانوالہ:** شافعہ صادق **رحیم یار خان:** مدثر رشید **ہری پور:** کنزہ شفیق۔

۱۶ درست جوابات بھیجنے والے ذہین نونہال

کراچی: نبیلہ شاہ، اعجاز الحق نمرہ شاہ، رضوان احمد، فیضان محمد حنیف، محمد بلال صدیقی، مریم سلطان ڈار، ہما ندیم، سمعیہ عارف، ہانیہ شفیق، رداعزیز، محمد عاشر صابر چوہان، معازہ قیصر، رافعیہ عبدالرؤف، سیدہ زہرہ امام، شاہ محمد ازہر عالم، سید بلال حسین ذاکر، حافظ محمد عمر صدیقی، جویریہ حفیظ اللہ خان نیازی، محمد زیرک شکیب، حسن مصطفی، سیدہ مریم محبوب، سیدہ عفیفہ جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، یسریٰ عتیق، سید باذل علی اظہر، سید شمظل علی اظہر، حفصہ حمود الرحمٰن خانزادہ، طوبیٰ جہانگیر زبیری، سید عفان علی جاوید، اُمِ ہانی منصور، نعیم رحمان خانزادہ، رداسلم خانزادہ، فائزہ مفتی، مطہرہ ناصر، سید حسن سموئیل، سیدہ خدیجہ کاظمی، ارینا آفتاب، زاہد اللہ خالد، عباس حسین، یوسف مفتی، سیدہ ثوبیہ ناز، حافظ عفیفہ، صاحبزادہ ابوالبرکات، فوزیہ ملک، سید اعظم مسعود، رخسانہ جنید، محمد آصف انصاری، اسماء ارشد، سید محمد طیب، حبیبہ حفیظ، سید محمد زین العابدین، طوبیٰ احمد **مکلی ٹھٹھہ:** عائشہ بی بی، اضحیٰ فاطمہ، وجیہہ جاوید، تیمور جاوید، اُم کلثوم، اقصیٰ احمد **ٹیاری:** ایم ارسلان حارث انصاری، عبدالرزاق سموں **حیدرآباد:** زوہیب احمد عباسی، محمد اُسامہ انصاری، محمد عدیل رشید، ثمین فاطمہ، محمد حماد، طٰہٰ یاسین، کرن محمد فاروق، عائشہ ایمن احتشام، محمد ارباب بیگ، مرزا اسفار بیگ **سانگھڑ:** محمد افضل رندھاوا، منیب احمد رندھاوا، ماورا خادم حسین رحمانی، اقصیٰ ثمرہ جاوید انصاری، محمد ثاقب منصوری **میرپورخاص:** سویرا عبدالمجید، عاقب اسماعیل، ذی شان احمد، قرۃ العین، ماہ نور علی **بہاول پور:** ڈاکٹر صباحت گل، ایمن نور، حافظ احمد ارسلان، قراۃ العین عینی، نائلہ ملک **ملتان:** محمد سعید کشمیری، حافظ محمد ذکی کشمیری، وجیہہ جعفر

⊙ **ڈیرہ غازی خان:** سارا الیاس خان، محمد عبداللہ چشتی ⊙ **سرگودھا:** صفدر علی خان، محمد شعیب مصطفےٰ، عاتکہ عارف خواجہ ⊙ **لاہور:** ممتاز بیگم، محمد شاد مان ⊙ **راولپنڈی:** فصیح شبیر، محمد حسن ساجد ⊙ **اسلام آباد:** محمد نعمان شفیع، عدینہ سجاد، محمد سعد اللہ ⊙ **بنوں:** احتشام الحق، اظہار الحق، حسنین احمد مغل، شہر یار احمد چغتائی ⊙ **سکرنڈ:** منور سعید خانزادہ راجپوت ⊙ **ٹنڈو محمد خان:** معاذ ارشاد احمد ⊙ **اوتھل (بلوچستان):** ماریہ واجد حسین ⊙ **حافظ آباد:** نوشین ایوب ⊙ **گوجرانوالہ:** شافعہ صادق ⊙ **چکوال:** محمد عبدالباسط ⊙ **رحیم یار خان:** مدثر رشید ⊙ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** عائشہ اسلم ⊙ **ہری پور:** کنزہ شفیق ⊙ **کوہاٹ:** محمد صبیح ⊙ **پشاور:** مژدہ انوار ⊙ **جہلم:** محمد شعیب حسن سیالوی۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

⊙ **کراچی:** حمزہ ابراہیم، ثاقب تنویر، فائزہ ناز، طیبہ فاطمہ، زعیم احمد، اسماء احمد، سید محمد عباس، انس عتیق، مریم رحمٰن، وریشا رفیق، عمر رحمٰن، علیزہ سہیل ⊙ **کوٹری:** اطہر حسین، نادر علی متھیال ⊙ **جھڈو:** رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت، محمد امین سیف الملوک، خالدہ عبدالقدوس خاں، رانا مبین حیدر راجپوت ⊙ **نواب شاہ:** اقصیٰ عبدالوحید، اُمِ رومان، ثمرہ سعید ⊙ **نوشہرہ کینٹ:** حرا مریم، مومنہ نور ⊙ **سرگودھا:** حمنہ امتیاز شہلا ریاض ⊙ **واہ کینٹ:** ہادیہ ظفر، قندیل منہاس ⊙ **جھنگ سٹی:** علی معراج عباسی، اسریٰ علی عباسی ⊙ **لاہور:** ارمغان الرحمٰن، احسن عرفان، نیہا حماد ⊙ **حیدرآباد:** شہنور سخاوت ⊙ **میر پور خاص:** عائشہ ڈوگر ⊙ **رحیم یار خان:** محمد عبداللہ ⊙ **محراب پور:** فضیلہ عروج کمبوہ ⊙ **مچن آباد (ضلع بہاول نگر):** محمد عبداللہ ⊙ **مظفر گڑھ:** عبداللہ بن نعیم ⊙ **خانیوال:** وقاص احمد ⊙ **ڈیرہ غازی خان:** محمد علی حسن چشتی ⊙ **شیخوپورہ:** فضیلہ ذکاء بھٹی ⊙ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** ماہم شہزاد ⊙ **راولپنڈی:** طٰہٰ حسن خان ⊙ **جعفر آباد (بلوچستان):** عمران گل کٹبار ⊙ **حاصل پور (ضلع بہاول پور):** محمد احمد۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

⊙ **کراچی:** ماہ نور ظفر، ہمیر محمد امیر، اریحا فاطمہ، طاہرہ شاہنواز علی، نبی بخش ابڑو، وقار الحسن، سمعیہ جان عالم، عائشہ شہزاد، ثناء بیگ، نورین محمد سلیم، منیرہ صادق، انشراح یاسر انصاری، محمد کاشان اسلم، حاسن یاسر انصاری، آسیہ جاوید، تہلیل ارشد، وقار شہمہ فائز الحرام، محمد بلال معظم، وردہ صدیقی، محمد طاہر انصاری، ایمن علی قریشی ⊙ **جہلم:** راجہ ثاقب محمود ثاقی جنجوعہ، راجہ فرخ حیات خان جنجوعہ، محمد افضل ⊙ **واصو (جھنگ):** محمد عمر حسن ⊙ **میلسی ضلع وہاڑی:** فخر الزمان سیال ⊙ **بہاول نگر:** خمس سلمان اکرم

⊙ **سکھر:** دلشاد انصاری ⊙ **حیدرآباد:** محمد اسحاق بشیر احمد کھتری ⊙ **کوئٹہ:** آسیہ ظاہر ⊙ **حب (بلوچستان):** بختاور اظہر ⊙ **رحیم یار خان:** سیرت فاطمہ فاروقی ⊙ **حاصل پور ضلع بہاول پور:** عبداللہ شاہد ⊙ **اوکاڑہ:** بشریٰ غفار ⊙ **فیصل آباد:** عائشہ عبدالصمد ⊙ **گوجرانوالہ:** محمد جویرٹ نور ⊙ **واہ کینٹ:** محمد ارمغان الرحمٰن ⊙ **حویلیاں:** حامد عبدالباقی ⊙ **حضرو (ضلع اٹک):** سہیل محمد ریاض۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

⊙ **کراچی:** حسام توقیر، غانیہ اقبال، فرحان خلیل، منیبہ علی صدیقی، ذیشان واحد، روبینہ ناز، سامعہ ثناء اللہ، زنیرہ خالد، سارہ حسن، سارہ شہزاد، کومل صبا ممتاز، سمعیہ محمد اسلم، بابر فتاح، فاروق احمد صدیقی ⊙ **ملتان:** راؤ محمد مبشر شبیر راجپوت، محمد اُسامہ چیمہ، صفیہ حیٔ ⊙ **مکلی ٹھٹھہ:** سوبل قریشی ⊙ **حیدرآباد:** محمد حارث سلیم ⊙ **ٹھاروشاہ:** ریان آصف خانزادہ راجپوت ⊙ **سانگھڑ:** محمد طلحہ خان میمن ⊙ **کوٹ غلام محمد ضلع میر پور خاص:** حیدر کمال علی ⊙ **سکھر:** محمد حسن طارق قریشی ⊙ **میر پور ماتھیلو:** جنون محمد اویس گڈانی ⊙ **فیصل آباد:** مناہل بشیر ⊙ **ٹیکسلا کینٹ:** مستبشرہ ضیاء ⊙ **لاہور:** محمد احمد افضل ⊙ **پشاور:** عائشہ سید۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُرامید نونہال

⊙ **کراچی:** حنینہ رسول، مریم سعید، عائشہ ندیم، عبدالرؤف، انعم خان، مہر مراد ⊙ **لاہور:** عائشہ مجید، محسن علی رضا ⊙ **فیصل آباد:** محمد دانیال علی مغل، ماہین بشیر ⊙ **شہداد پور:** محمد طاہر القادری قریشی ⊙ **میر پور خاص:** مظفر احمد شیخ کیلانی ⊙ **لسبیلہ (بلوچستان):** ایم شفیع چاہت بلوچ ⊙ **ملتان:** ربیعہ نعیم ⊙ **علی پور چٹھہ:** محمد امیر صدیقی جندران ⊙ **رحیم یار خان:** حفصہ نثار ⊙ **میانوالی:** واصف عبداللہ ⊙ **حویلیاں:** نایاب طارق ⊙ **گوجرانوالہ:** ولید اشرف۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُراعتماد نونہال

⊙ **کراچی:** یسریٰ اعجاز، سبیکا خان، افراح انوار ⊙ **لاہور:** آمنہ یونس، راشد علی عمرانی ⊙ **سکھر:** عائشہ محمد خالد قریشی، صائمہ شیر محمد ⊙ **ملتان:** ایس ایم ذیشان شیرازی، میاں اُسید بن، وقاص فرید قریشی ⊙ **کہوٹہ (راولپنڈی):** عبید الرحمٰن، عبدالرافع ⊙ **حیدرآباد:** داؤد تنویر خان ⊙ **شورکوٹ:** طاہر ولی۔

☆ ☆ ☆

نونہال لغت

لفظ	تلفظ	معنی
پینڈی	پے نْ ڈِ ی	ایک قسم کا لڈو۔
مستول	مَ سْ تُ و ل	جہاز یا کشتی کا ستون۔
جھانسا	جھَ ا نْ سَا	دھوکا۔ جل۔ آس۔ امید۔
ماجرا	مَا جَ رَ ا	جو چیز کہ جاری ہو۔ جو کچھ کہ گزر گیا ہو۔ حالت۔ بپتی۔ واقعہ۔ سرگزشت۔
غضب	غَ ضَ ب	قہر۔ غصہ۔ آفت۔ مصیبت۔ بے انصافی۔ ظلم۔
چشم زدن	چَ شْ مْ زَ دَ ن	پلک جھپکنا۔ لمحہ بھر۔
سائیس	سَا ئی س	ملازم جو گھوڑے کی خدمت کے لیے رکھا جائے۔
قرین	قَ رِ ی ن	قریب۔ پاس۔ ہمسر۔ مصاحب۔ ملحق۔ مانند۔ مشابہ۔
مریل	مَ رْ یَ ل	نہایت۔ دبلا پتلا۔ کم زور۔
طبع	طَ بْ ع	خصلت۔ طبیعت۔ مزاج۔ فطرت۔ چھپائی۔
مشیر	مُ شِ ی ر	مشورہ دینے والا۔ صلاح کار۔ تدبیر بتانے والا۔
مشتعل	مُ شْ تَ عِ ل	بھڑکتا ہوا۔ شعلے مارنے والا۔
مضمحل	مُ ضْ مَ حِ ل	محو ہونے والا۔ گم ہونے والا۔ ناتواں۔ لاغر۔ اداس۔ دل گیر۔
رسیا	رَ سْ یَا	شوقین۔ بانکا۔ رنگیلا۔ وہ شخص جو زندگی مزے سے گزارے۔
حربہ	حَ رْ بَہ	آلۂ جنگ۔ ہتھیار۔ تازیانہ۔
حربا	حِ رْ بَا	عربی زبان میں گرگٹ کو کہتے ہیں۔
بھرتا	بُھ رْ تَا	خوب کچلا ہوا۔ ایک قسم کا سالن جو ابلی ہوئی ترکاریوں کو کچل کر اور مسالا وغیرہ ڈال کر بناتے ہیں۔